اسلام اور ڈارون و دہریت

حضرت قطب عالم پروفیسر محمد عبداللہ (پی۔ایچ۔ڈی)
خلیفۂ مجاز حضرت قطب الارشاد ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ
خلیفۂ خاص حضرت حکیم الامت مولانا مجدد اشرف علی تھانوی ؒ
۱۶۔نیو پارک کورٹ۔برکسٹن ہل۔لندن۔ایس۔ڈبلیو۔۲
فون نمبر ۰۱-۶۷۱۰۸۴۴

By Al-Qutb-al-Alam Professor
Maulana Mohammad Abdullah, Ph. D.
16, New Park Court, Brixton Hill, London SW2
England Tel. No. 01-6710844
Listed in the "World Who's Who in Science", U.S.A.
"Dictionary of International Biography", London, etc.

دینی بک ڈپو
۴۱۶۰۔اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶

اسلام اور

ڈارون و دہریت

از

پروفیسر مولانا محمد عبداللہ صاحب (پی۔ایچ۔ڈی)

Maulana Al-Haj Professor Mohammed Abdullah, Ph.D.,
16 New Park Court (Top-Co-op)
260-272 Brixton Hill Road
London SW2 1HS, U.K.
(Tel. no. 01-671 0644)

پبلشرز

انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن

۳۔ نیو سٹریٹ۔ سلائتھ وٹے۔ ہڈرزفیلڈ (یوکے)

S A. K. RAO (Chairman)

International Tablighi Islami Mission

3, New Street, Slaithwaite Huddersfield (U.K.)
Telephone . Huddersfield 25117

فہرست مضامین

۱	تمہید	۳
۲	سائنس کی حقیقت	۴
۳	علم کی حقیقت	۵
۴	زندگی کا مقصد	۶
۵	تجددِ امثال	۷
۶	تنزلاتِ ستہ اور مخلوقات کی ترتیب	۷
۷	عادۃ اللہ اور خرقِ عادۃ (معجزہ، کرامت و استدراج)	۸
۸	سائنس اور دنیا کی ترقی	۹
۹	خلاصہ مسلکِ تھانوی رح	۱۱
۱۰	خلاصہ نظریۂ ڈاردن	۱۱
۱۱	مغربی تہذیب اور دہریت	۱۳
۱۲	مسلمان کا زاویۂ نگاہ	۱۴
۱۳	زندگی کیا ہے؟ اور چند سوالات	۱۶
۱۴	رُوحانیت اور نفسانیت میں فرق ہے	۱۹
۱۵	میری ذاتی تحقیق	۱۹
۱۶	زندگی کا وجود کئی بار مختلف مخلوقات کے لئے جداگانہ ہوا ہے	۲۱
۱۷	عالمِ ملائکہ یعنی فرشتے	۲۱
۱۸	عالمِ جنات	۲۲
۱۹	عالمِ نباتات وحیوانات	۲۲
۲۰	عالمِ انسان	۲۴
۲۱	حوالے	۲۹
۲۲	ضروری نوٹ	۲۹
۲۳	ضمیمہ ۱ حاصل تصوف اور ترقی کا راز	۳۰
۲۴	ضمیمہ ۲ سائنس اور اسلام اور بزرگوں کی پہچان	۳۲
۲۵	ضمیمہ ۳ قرآن حدیث کی روشنی میں دینی تعلیمی تبلیغی نصاب "حب اللہ اور تبلیغ اسلام"	۳۴
۲۶	نظریۂ ڈاردن اور اس کی اصلاح (خلاصہ)	۴۴
۲۷	مسلمانوں کے اتحاد، ترقی اور نجات کی اسلامی تدبیریں	۵۷
۲۸	سائنس اور مذہب کی حقیقت	۶۷

۱	Darwin and Evolution from the Point of View of a Muslim Scientist	۲۹
۲	Scientific and Logical Background of Islam	۳۰
۳	An Educational and Missionary Article on Islam	

(ISLAM. DARWIN. CREATION AND EVOLUTION)

اسلام اور ڈارون و دہریت

از پروفیسر مولانا محمد عبداللہ صاحب (پی۔ایچ۔ڈی)

برطانیہ اور دوسرے ممالک کی تمام یونیورسٹیوں کالجوں اور اسکولوں میں آج کل اور تقریباً تمام ہی سائنس کی کتابوں میں نشو یا ارتقا (EVOLUTION) اور چارلس ڈارون کا نظریہ (DARWIN'S THEORY OF NATURAL SELECTION) کا تذکرہ، تعلیم و تربیت ہے۔ ہمارے پڑھے لکھے لوگوں اور نوجوانوں کو اس سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس کی حقیقت کو واضح کرنا تاکہ غلط فہمیاں دور ہوں اس زمانے میں دین کی بڑی خدمت ہے۔ اسی نظریہ کے تحت لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں کفر و الحاد پھیلتا ہے، مغربی تہذیب اور اس کی نام نہاد ترقی (PROGRESS & MODERNISM) کی اشاعت ہوتی ہے اور نسلی تعصب (WHITE SUPREMACY) بھی اسی کا نتیجہ ہے۔ میں گزشتہ ۲۵ سالوں سے امریکہ، کناڈا، جرمنی اور انگلینڈ میں حشرات کی ترتیب (INSECT CLASSIFICATION) پر کام کر رہا ہوں۔ الحمد للہ سو سے زائد تحقیقی مضامین (100 RESEARCH PAPERS) امریکی اور یورپین سائنس کے رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔ اور خنافیس (BEETLES) پر تحقیقات کی بنا پر میرا نام اور کام لندن کی ڈکشنری آف انٹرنیشنل بایوگرافی اور امریکہ کی کتاب دنیا کے سائنس داں (WORLD WHO'S WHO IN SCIENCE) میں بھی موجود ہے

اس کے علاوہ امریکن، جرمن، فرانسیسی، روسی اور دنیا کی کتابوں میں بھی میرے کام کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر چند اہم باتیں احباب کے نفع کے لئے لکھ دوں، جس کی عام اشاعت اور ترجمہ کی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور صدقۂ جاریہ کا سلسلہ شروع ہو جائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ آمین ٥

پہلے سائنس کے بارے میں کچھ بتا دوں۔ سائنس بذاتِ خود نہ تو شرافتِ اخلاق اور نیکی کی تعلیم دیتی ہے اور نہ منع کرتی ہے۔ یہ صرف سائنس داں کے نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ پر منحصر ہوتا ہے کہ کیا نتیجہ نکالتا ہے اور کہاں تک اس کی نظر جاتی ہے۔ سائنس کو چاہے صحیح مصرف میں استعمال کرو چاہے غلط، چاہے اللہ تک پہنچنے اور ذکرِ قلبی کا ذریعہ بناؤ، چاہے کفر اور غفلت کا۔ سائنس صرف انسان کے حواس اور آلات کے ذریعہ محسوس ہو سکنے والی مادّی حقائق سے تعلق رکھتی ہے جسے انگریزی میں TANGIBLE MATERIAL TRUTH کہتے ہیں، لہٰذا اس کا دائرہ محدود ہے۔ مبدا (ULTIMATE ORIGIN) اور معاد (ULTIMATE END) کے بارے میں سائنس کوئی قطعی بات، فیصلہ کن تعلیم پیش کرنے سے قاصر ہے اور سائنس داں خود اس بات کے معترف ہیں اور اس سلسلے میں جو کچھ بھی وہ کہتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ ظنی (SPECULATIVE) باتیں ہیں قطعی نہیں، غلط ہو سکتی ہیں اور وہ خود بھی رائے بدلنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ یہ باتیں بہت کم لوگ جانتے یا سمجھتے ہیں کہ:- ؎

حاصلِ عمرِ بشر جہل کا عرفاں ہونا — عمر بھر عقل سے سیکھے کئے ناداں ہونا
جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں — اُسے کیا پا سکیں لفظ و معانی

اور یہ باتیں میں اپنے تجربے سے اور ایک عالمی شہرت کے سائنس داں ہونے کی حیثیت سے کہتا ہوں۔

اب چند اہم باتیں اس موضوع سے متعلق بزرگانِ دین کی جو میں نے اُنکی مجالس میں شریک ہو کر ہندوستان اور پاکستان کے زمانۂ قیام میں سیکھی ہیں — یا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصانیف میں بہت غور وفکر سے بڑی ہیں، آپ کے سامنے بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔ ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے ہر دنیا کا کام جو کہ شریعت کے خلاف نہ ہو، مسلمان کے حق میں دین ہے۔ اور ہر دین کا کام جو کہ شریعت کے خلاف ہو یا سنت کے مطابق نہ ہو، وہ دنیا ہے، مردود ہے۔ اس کا چھوڑنا واجب ہے، اور بجائے ثواب کے گناہ ہے۔ بجائے قربِ الٰہی کے معصیت اور غفلت کا سبب ہے۔ حقیقتِ علم کے بارے میں ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ ایک نور ہے جس سے معرفت، خوف وخشیت پیدا ہو، محض الفاظ کی صحت اور ترجمہ کا جاننا علم نہیں اور یہ کہ صحابہؓ سب کے سب عالم تھے، علم کی حقیقت انھیں حاصل تھی۔ میرے پیر ومرشد قطب عالم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی دامت برکاتہم کا ارشاد ہے کہ "علم تو اصل میں وہی ہے جو عمل میں آکر زندگی میں بہتر تغیر پیدا کردے ورنہ اور بہت سی لذتیں ہیں"۔ حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ علوم کی دو قسمیں، عقلیہ ووہبیہ۔ عقلیہ وہ ہیں جو عقلِ سلیم سے سمجھ میں آجائیں۔ اور وہبیہ وہ ہیں جو محض اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حاصل ہوں۔ جو علم یقیناً کسی قاعدۂ شرعیہ کے مخالف ہو، وہ تو یقیناً باطل ہے اور جو علوم حق ہیں اُن میں دونوں قسموں میں دو دو قسمیں ہیں۔ علمِ عقلی کی دو قسمیں ہیں۔ قطعی وظنی۔ اور علمِ وہبی (REVELATIONS) کی بھی دو قسمیں ہیں۔ قطعی یعنی وحی (قرآن وحدیث) اور ظنی یعنی الہام (جو صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین کو ہوتا ہے)۔ پس وہبی قطعی یعنی وحی، (قرآن وحدیث) عقلی قطعی سے افضل ہے۔ اور وہبی ظنی، عقلی ظنی سے افضل ہے۔ خود صاحبِ علم کے لئے بھی اور اُس کے متبعین اور ماننے والوں کے لئے بھی۔ پس علومِ منقولہ شرعیہ دیگر علوم سے افضل ٹھہرے۔ اور عقلی قطعی علم، وہبی ظنی الہام سے افضل ہے۔ کیونکہ عقلی قطعی جس قدر اثباتِ حق میں قوی ہے، وہبی ظنی نہیں ہے۔ ہر علم وعمل جبکہ اس کو شریعت کے ساتھ موازنہ کیا جائے، تین قسم سے خالی نہیں: ایک قسم یہ کہ شریعت اس کا اثبات کرے۔ دوسری قسم یہ کہ شریعت اس کی نفی کرے، تیسرے یہ کہ شریعت اس کے اثبات ونفی سے ساکت ہو۔

اوّل کو مدلول شرعی کہیں گے، دوسرے کو مردودِ شرعی، اور تیسرے کو ماذونِ شرعی کہیں گے۔ (اذن کہتے ہیں اجازت کو، ماذون جائز یا معاف کو) سائنس کے عقلی قطعی علوم ماذونِ شرعی ہوئے۔ اور یہ عمل سائنس داں ہو جانا منہی عنہٗ یا ممنوع نہیں، اس واسطے کہ دین میں مُضر نہیں، بلکہ صحیح زاویۂ نگاہ بزرگوں کی صحبت میں پیدا کرنے کے بعد اور نیت کے خالص ہونے کے بعد دین میں نافع ہے معاونِ دین ہے، ذکرِ قلبی کے لئے، تسبیح کی طرح مُذکِّر ہے (یاد دہانی کرنے والی چیز)۔

زندگی کا مقصد کیا ہے ہمارے لئے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کُھلا ہوا معجزہ ہے قیامت تک تمام سائنس دانوں اور دوسرے لوگوں کے لئے ارشاد فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْن (ترجمہ: اور جن اور انسان کو میں نے صرف اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں)۔ ایمان و عمل کے کمال کا نام عبدیت یا غلامی ہے۔ ہمارے ڈاکٹر صاحب مدظلہٗ نے ایک بار فرمایا کہ مقصود متعین کر لینا بڑا ضروری ہے۔ ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ "مقصود تو معلوم ہے کہ رضائے حق ہے" ارشاد فرمایا کہ اسی کو سمجھنا ہے کہ مفہوم کیا ہے رضائے حق کا؟ معلوم نہیں مدعی رضائے حق کو کیا سمجھا۔ خدا جانے اوراد و وظائف سمجھا، ترکِ دنیا سمجھا، ترکِ لذات سمجھا کہ کشف و کرامات سمجھا؟ زندگی اپنے اندر ہزاروں نشیب و فراز لئے ہوئے ہے نہ جانے کیسی کیسی گھاٹیوں سے گزرنا پڑے، اب کسی مقام پر جا کر نہ محسوس کر سکے کہ اللہ میاں راضی ہیں تو کیا کرو گے؟ سلامتی کی بات یہ ہے کہ تعمیلِ حکم کو مقصود سمجھتا رہے۔ بس حکم کی تعمیل ہو جائے چاہے سر تن سے جُدا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ کیفیات و لذات سب فانی ہیں، باقی جو کچھ ہے وہ یہ عمل ہے۔ بس یہ دیکھتے جاؤ کہ سجدہ ہے یا نہیں، یہ مت دیکھو کہ کیف ہے یا نہیں۔ پس مقصود یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا ہو جائیں۔ جب یقین کے ساتھ سمجھ لیا کہ مقصود صرف فرائض و واجبات کی ادائیگی ہے اور فرائض و واجبات جس طرح عبادات میں ہیں اسی طرح معاملات اور معاشرت میں بھی ہیں تو پھر کیسی ہی حالت ہو طبیعت میں غصہ

ہو، گرمی ہو، گرانی ہو، حق واجب ادا کر دیا جائے، مقصود حاصل ہے حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا ہے کہ قرب کی ترقی کے لئے ہمیں عالمِ ارواح سے یہاں عالمِ اجسام میں بھیجا گیا ہے۔ قرب بڑھتا ہے جانبین کے تعلق سے اور عادۃ اللہ ہے کہ ان کو بندے کے ساتھ تعلق اس وقت بڑھتا ہے جب بندے کی طرف سے طلب ہو۔ اور طلب کی حقیقت ہے عمل۔ وہاں عمل تھا نہیں۔ اس لئے عالم ارواح میں قرب ایک خاص حد تک ہی تھا، بڑھتا نہ تھا۔ حکم کی تعمیل ہی سے ترقی کا دروازہ کھلتا ہے۔ مخلوقات ہر وقت اپنے وجود میں فیضانِ الٰہی کی محتاج ہیں۔ اگر اُدھر سے وجود کی حفاظت نہ ہو تو مخلوق فوراً نیست و نابود ہو جائے۔ اسے صوفیا کی اصطلاح میں تجددِ امثال کہتے ہیں۔ اب تنزلاتِ ستہ اور مخلوقات کی ترتیب پر حضرت حکیم الامتؒ کی تحقیق "شریعت اور طریقت" (مرتبہ مولوی محمد دین حنفی چشتی) سے پیش کرتا ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ مصنوعات سے صانع کا ظہور ہوتا ہے۔ ورنہ کیونکر پتہ لگے۔ پھر خود صانع میں ایک مرتبہ ذات کا ہوتا ہے، ایک صفات کا۔ پھر صفات میں بھی ایک مرتبہ جامعیت اور اجمال کا ہوتا ہے، ایک مرتبہ تفصیل کا۔ اور ہمیشہ ذات کا نشان صفات سے لگتا ہے اور اجمال کا پتہ تفصیل سے۔ جب یہ باتیں سمجھ میں آگئیں تو اب سمجھئے کہ مخلوقات سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا ہم کو علم ہوا۔ تو ظہورِ علمی کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ظہور اللہ تعالیٰ کا مخلوقات سے ہوا۔ پھر اسی قاعدۂ مذکورہ کے موافق اللہ تعالیٰ کی صفاتِ تفصیلیہ (مرتبۂ جبروت) سے صفاتِ اجمالیہ (مرتبۂ لاہوت) کا اور ان سے ذات (مرتبۂ ہاہوت) کا پتہ لگے گا۔ اس لئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ اوّل ظہور اللہ تعالیٰ کا صفتِ جامعیت و اجمالیہ سے ہوا، پھر صفاتِ تفصیلیہ سے ہوا، پھر مخلوقات سے ہوا۔

اب مخلوقات میں ایک عالمِ ارواح (ملکوت) ہے اور ایک عالمِ اجسام (ناسوت) اور چونکہ ان میں بوجہ غایت لطافت و کثافت کے مناسبت ہے نہیں، ان کے تعلق کے لئے ایک ایسی چیز پیدا کی جس کو دونوں سے مناسبت ہے جس کو عالمِ مثال (جزوِ ملکوت) کہتے ہیں۔ تو مخلوقات کی ترتیب میں رُوح پہلے ہوئی، پھر

عالمِ مثال، پھر عالمِ اجسام۔ پھر عالمِ اجسام (ناسوت) میں (تمام نباتات وحیوانات (PLANTS & ANIMALS) کے بعد سب سے آخر میں انسان (مرتبۂ جامعہ) پیدا ہوا۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی صفتیں پیدا کردیں، جس وجہ سے اسکو جامع کہتے ہیں۔ جس ترتیب سے مخلوقات پیدا ہوتی گئیں۔ ظہورِ صانع کا بڑھتا گیا۔ یاد رکھیں کہ ذات وصفات میں تو ترتیب محض اعتباری ہے، یہ نہیں کہ کسی وقت میں صفات نہ تھیں پھر دفعۃً پیدا ہوگئیں۔ ورنہ صفات کا حادث اور مخلوق ہونا لازم آئے گا اور ایسا اعتقاد محض باطل ہے۔ البتہ مخلوقات تو ہر طرح موخر اور حادث ہیں۔ صرف اللہ تعالیٰ مع تمام صفات کے ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہینگے۔ صانع کا ظہور پہلے عالمِ ارواح وعالمِ مثال (یعنی ملکوت) پھر عالمِ اجسام (یعنی ناسوت) سے، پھر سب سے آخر میں عالمِ انسان سے ہوا جس کو صوفیا کی اصطلاح میں مرتبۂ جامع کہتے ہیں۔ یہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے جسے نیابت ملی ہے، جو امانت کا متحمل ہے ؎

کرم سے اپنے بخشی مجھ کو توفیقِ نیابت ہے
یہ وہ دولت ہے جو واللہ رشکِ صد کرامت ہے (حضرت احمد)

اب عادۃ اللہ اور خرقِ عادۃ (معجزہ، کرامت، استدراج وغیرہ) پر مختصراً لکھتا ہوں۔ نبی سے جو خرقِ عادت کا ظہور باذنِ الٰہی ہوتا ہے اُسے معجزہ کہتے ہیں۔ نبی کے سچے متبع یا ولی سے جو ظہور ہوتا ہے اُسے کرامت کہتے ہیں۔ (البتہ کسی فاسق، بدعتی یا کافر سے کوئی فعلِ عجیب سرزد ہو جائے اُسے استدراج کہتے ہیں جو کہ آزمائش ہے یا فتنہ، اور ضرر یہ ہے کہ یہ شخص بوجہ خرق عادت کے اپنے کو کامل سمجھتا ہے اور اس دھوکے میں کبھی حق کے طلب کرنے اور اتباع کرنے کی کوشش نہیں کرتا نعوذ باللہ کس قدر خسرانِ عظیم ہے) معجزہ اور کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ اسبابِ طبیعیہ نے وہ اثر پیدا نہ ہوا ہو، خواہ وہ اسباب جلی ہوں یا خفی۔ قوی طبعیہ کو اُس فعل میں دخل نہ ہو بلکہ محض قوتِ قدسیہ سے ظہور ہو یعنی مسمریزم، فریمسین، حاضرات، ہمزاد کا عمل، عملیات ونقوش، طلسمات وشعبدات، تاثیرات

عجیبہ، ادویاتِ سحر، چشم بندی وغیرہ کرامت میں شمار نہیں۔ کرامت کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حسی جیسے ما فی الضمیر پر مطلع ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا وغیرہ اور دوسری اعلیٰ درجہ کی کرامت معنوی ہے یعنی شریعت پر مستقیم رہنا، مکارمِ اخلاق کا خوگر ہو جانا، نیک کاموں کا پابندی و بے تکلفی سے صادر ہونا، حسد و کینہ و دیگر صفاتِ مذمومہ سے قلب کا طاہر ہو جانا، کوئی سانس غفلت میں نہ گزرنا۔ یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا احتمال نہیں۔ معجزہ یا کرامت فعل حق تعالیٰ کا ہی ہوتا ہے، صرف نبی یا ولی کے ہاتھ اس کا ظہور ہو جاتا ہے۔ سائنس خرقِ عادت سے نہیں بلکہ صرف عادت اللہ سے اور وہ بھی جو کہ مادی چیزوں سے تعلق رکھتی ہیں، صرف انھیں سے متعلق ہے۔ اور قدرت کے قوانین کو عقلِ انسانی سے سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ قرآن شریف میں جو انبیاء کے معجزات ہیں، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی کے پرندے بنا کر اللہ کے حکم سے زندہ طیور بنا کر اڑا دینا یا مُردوں کو قم باذن اللہ کہہ کر قبر سے نکال دینا، عیسیٰ کا خود بغیر باپ کے (VIRGIN BIRTH) سے پیدا ہونا، آدم علیہ السلام کا بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا (WITHOUT PARENTS OR ANCESTORS)، ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندوں کو مارنا اور پھر اللہ کے حکم سے جِلانا، صالح علیہ السلام کا پہاڑ میں سے گابھن اونٹنی کا نکالنا، اللہ کے آخری پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ قرآن شریف — نہ تو سائنس اور سائنس داں خود ایسا کر سکتے ہیں، نہ معجزات کی شرح اور وضاحت کر سکتے ہیں اور نہ انکار کر سکتے ہیں۔ سائنس صرف قوتِ طبعیہ سے کام لیتی ہے، قوتِ قدسیہ سے مطلب نہیں اس کا۔ اس کا دائرہ محدود ہے۔ یہ زندگی کا مکمل نظام نہیں ہے۔ یہ اسبابِ ظاہری کا علم ہے فقط۔

سائنس اور دنیا کی ترقی کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ہمارے ڈاکٹر عبدالحی صاحب مدظلہٗ نے یہ شعر پڑھا اور سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا ؎

سب کچھ ہے تری انجمنِ نازمیں لیکن
کوئی جو نہیں نالہ بہ لب کچھ بھی نہیں ہے

پھر فرمایا کہ بندہ لاکھ ترقی کر جائے، مالک کی فرمانبرداری اگر نہیں ہے تو سب ہیچ ہے۔ عنداللہ اس کی کوئی قیمت نہیں بلکہ عذاب کا سبب ہے۔ اور ایک عجیب راز ہے کہ جو کچھ اس عالم میں ہے سب انسان کے لئے پیدا کیا گیا ہے، سب قوتیں اس کو عطا کی گئیں مگر دو ازلی دشمن نفس و شیطان بھی اُس کے ساتھ بھیج دیئے گئے۔ عقل دیدی گئی، دو راستے بتا دیئے گئے، طاقتیں دیدیں، تسخیر کا حوصلہ دیدیا، اب کرو صرف اپنی اپنی طاقتوں کو دیکھنا یہی ہے کہ اللہ کے لئے کرتے ہو یا نفس و شیطان کے لئے۔ انسان تو مظہر ہے عالم کائنات کا اور یہ ترقیاں جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں سب اس کی قوتوں کا مظاہرہ ہے۔ یہ تو روز ازل سے ہی تمام قوتوں کو لے کر چلا تھا۔ جب ان قوتوں کو بڑھا لیتا ہے تو ہوا، آگ اور پانی سب کو قابو میں لے آتا ہے اور اپنے ذوق کے مطابق ان عناصر سے کام لیتا ہے۔ پہاڑوں پر جانے کی، چاند پر پہنچنے کی، سمندر کی گہرائیوں میں اُتر جانے کی اللہ تعالیٰ نے اس کو قوت دی ہے ورنہ اس کی مجال نہ تھی کہ یہ کام کر سکے۔ عالم اسباب میں ادراک اللہ میاں ہی تو دیتے ہیں۔ دراصل یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کے کرشمے اور نشانیاں ہیں کہ انسان سے ایسے ایسے کام کروائے، کیا اب بھی انکار کرو گے؟ سو مالک سے باغی ہوتے ہوئے یہ ترقیاں وجہ کمال نہیں ہو سکتیں اور یوں تو یہ عالم اسباب ہے جو بھی اسباب کا علم حاصل کرے، ان کو جمع کرے، کافر ہو یا مسلم ترقی کرے گا۔ قوتیں اس کے پاس پہلے سے موجود ہیں، جس طرح چاہے ان چیزوں کو کام میں لے آئے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اپنی بندگی کا استحضار رہے۔ قوتیں دیں اور پھر حکم ہو رہا ہے کہ مانگو ہم سے مدد، کہو اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ۔ کمال تو یہی ہے کہ قوت کا احساس ہو اور نشہ نہ ہو، اپنے اختیار کا مشاہدہ ہو اور اس کو مالک کے سامنے ضعیف سمجھتا رہے۔ قوت متخیلہ اور متصرفہ دی گئیں، پھر حکم ہوا جھکو ہمارے آگے۔ فرمایا کہ یہ سب ہنگامہ آرائی اُسی طرف سے ہے۔ وہ جس زمانے میں جہاں چاہتے ہیں ان قوتوں کا مظاہرہ کرا دیتے ہیں: ایک زمانہ تھا کہ انسان نے مصوری میں کمال حاصل کیا تھا۔ آج

عکاسی میں کمال حاصل کئے ہوئے ہے۔ مگر ہمارے لئے کمالِ مصوری اور کمالِ عکاسی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع ہوجائے۔ دین اور دنیا کی ترقیاں سب اسی میں مضمر ہیں اور یہ تم ایمان سلامت لے جاؤ یہ سب میں بڑا ہنر ہے۔ ساری ترقیاں اس کے آگے گرد ہیں۔ اور خلاصۂ مسلک تھانوی رح فرمایا یہ ہے ہماری خانقاہ کا تصوف تکمیل ترقی اور قربِ خداوندی کے لئے۔ سارے "مقامات" مخلوق ہی میں طے ہوجاتے ہیں:

—— خلوص کے ساتھ معاملہ کر رہے ہو یا نہیں یہ احسان ہے۔

—— مخلوق کو اپنے نفس کے شرور سے بچا لو اور حقوق ادا کردو یہ سلوک ہے۔

—— لغو کام نہ کرو، لغو مجلس میں نہ بیٹھو، لغو بات نہ سوچو نہ کہو، پھر جو کام کر رہے ہو وہی تمہارے اوراد و وظائف ہیں۔

—— کام کرنے سے پہلے مشورہ کرلو سوچ لو کہ میاں کی مرضی کے مطابق ہے یا نہیں، یہ پاسِ انفاس ہے

—— اس بات پر پختہ ہوجاؤ کہ جو شریعت کا حکم ہوگا، وہی کریں گے چاہے کچھ بھی حال گزر جائے۔ یہ تمہاری کرامتیں ہیں۔

—— اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ہم کو باتیں بتائی جارہی ہیں، عقائد اور حالات درست ہوتے چلے جارہے ہیں، اخلاقِ باطنی کی اصلاح ہوتی جارہی ہے یہ ہمارا اور آپ کا حلقہ ہے۔

—— اور اپنی بندگی کا تعلق مالک سے درست کرلو، یہی وحدۃ الوجود ہے۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید
معشوق درا ینجاست بیائید بیائید

ڈارون، (CHARLES DARWIN. 1809-1882) والس (ALFRED RUSSELL WALLACE 1823-1913) اور دوسرے گزشتہ اور موجودہ دہریوں (ATHEISTS) کی باتیں تقریباً تمام ہی سائنس کی کتابوں میں لکھی ہیں اور ہر سائنس کے طالب علم اور طالبہ نے پڑھی ہیں اور عوام میں بھی مشہور ہیں لہٰذا بہت ہی اختصار سے پیش

کرتا ہوں، یاددہانی کے طور پر فقط، اور آخر میں میرا اسلامی نظریہ اس موضوع پر ہے۔

نشو یعنی ارتقا EVOLUTION وقت کے ساتھ تبدیلی (CHANGE WITH TIME)

کو کہتے ہیں، جس میں ابتدائی حالت (PRIMITIVE CONDITION) کچھ اور تھی اور

بعد کی حالتیں (DERIVATIVE CONDITIONS) کچھ اور ہو جاتی ہیں۔ اس کا اندازہ

اور مشاہدہ حیاتیات (BIOLOGY) کے مختلف پہلوؤں یا مضامین سے ہوتا ہے،

مثلاً: PALAEONTOLOGY (FOSSILS), COMPARATIVE ANATOMY (HOMOLOGY & ANALOGY), BIOGEOGRAPHY, ARTIFICIAL SELECTION OR BREEDING IN LAB., ETC.

جنس یا SPECIES کے پہچاننے کے لئے مختلف علامات ہیں جو مختصراً ذیل میں درج ہیں:

1. MUSEUM CRITERIA (COLOUR, MORPHOLOGY, DISTRIBUTION IN SPACE)
2. ECOLOGICAL CRITERIA (HABIT, BEHAVIOUR, MATING)
3. PHYSIOLOGICAL CRITERION (SEROLOGY, PHYSIOLOGICAL & BIOCHEMICAL CHARACTERS)
4. GENETICAL CRITERIA (GENES, FERTILITY IN CROSSINGS)
5. PALAEONTOLOGICAL CRITERION (FOSSILS, DISTRIBUTION IN TIME)

یہ تمام دہریئے کہتے ہیں کہ زندگی (LIFE) صرف ایک بار پتہ نہیں کیسے (جس کے

بارے میں ظنی خیالات تو ہیں لیکن یقینی علم نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے) سادہ (SIMPLE)

طور پر بن گئی، آپ ہی آپ (MONOPHYLETIC EVOLUTION OF LIFE) اللہ

وقت گزرنے کے ساتھ ترقی کرتے کرتے اُن کی اولادوں میں نباتات PLANTS،

حیوانات ANIMALS بنتے چلے گئے اور سب سے آخری جانور انسان ہے جس کے

اجداد ANCESTORS اور موجودہ بندروں کے اجداد ایک ہی تھے۔ اور یہ کہ موت

کے بعد پھر زندگی نہیں

ڈارون اور والس (اور اُن کے طرفداروں) نے مادی ارتقا کا دستور

(MATERIALISTIC MECHANISM OF EVOLUTION) حسب ذیل اصطلاحی

الفاظ میں پیش کیا:

POPULATION EXPLOSION (MALTHUS) VARIATIONS, CONTINUOUS & DISCONTINUOUS (MUTATIONS) STRUGGLE FOR EXISTENCE SURVIVAL OF THE FITTEST ORIGIN OF SPECIES (& HIGHER TAXA OR GROUPS) BY MEANS OF NATURAL SELECTION, OR THE PRESERVATION OF FAVOURED RACES IN THE STRUGGLE FOR LIFE

ڈارون کے اس حیاتیاتی نظریہ کو اسپنسر (SPENCER) اور دوسروں نے تمدن اور عمرانیات SOCIOLOGY میں بھی قبول کر کے یہ دعویٰ شروع کر دیا کہ ترقی صرف مادّی ترقی کا نام ہے، زندگی صرف یہی دنیالی زندگی ہے۔ عیش صرف دنیا کے سازوسامان ہیں۔ لذات، عیش پرستی، حرامکاری، زنا، شراب نوشی، ناجائز جنسی تعلقات، عریانی، ننگاپن لباس میں، آزادانہ اختلاط مردوں اور عورتوں میں، جنسی بیماریاں، نشہ آور ادویات (افیم، چرس، حشیش، ایل۔ایس۔ڈی (L S D) وغیرہ)، سب اسی مغربی تہذیب کے نتائج ہیں۔ چونکہ مغربی تہذیب اور موجودہ دنیا کی ترقی سائنس کے ذریعہ تقریباً ساتھ ہی ساتھ شروع ہوئے (حالانکہ تمام سائنس کے ابتدائی علما مسلمان اور عرب اسپین ہی میں ہوئے، یہ اس کو بالکل ہی بھلا چکے ہیں اور اب موجودہ کتابوں میں بھی کہیں تذکرہ نہیں ملتا) اس لئے ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ بغیر مغربی تہذیب کو اختیار کئے ہوئے سائنس اور دنیا کی ترقی اور خوش حالی ناممکن ہے۔ مسلمان علماء کہتے ہیں کہ سائنس سیکھو کہ یہ ٹھیک ہے اور مسلمانوں ہی کی ایجاد ہے مگر مغربی تہذیب کے برے اثرات سے بچو اور پرہیز کرو کہ یہ دل کا چین، سکون، راحت کا خاتمہ کر دیتی ہے اور آخرت اور زندگی کے مقصد سے غافل کر دیتی ہے۔ تقریباً تمام ہی اسلامی ممالک کے سیاسی رہنما اس بات کو نہیں سمجھتے اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کو طاقت کے زور پر مسلمانوں میں، علما کی مخالفت کے باوجود پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس بنیادی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں مغربی یونیورسٹیوں میں کافر اُستادوں سے تو

ضرور پڑھا لیکن ہندوستان اور پاکستان کے علما اور مشائخ کے پاس شاگرد بن کر کبھی نہیں گئے۔ اس لئے حق اور باطل کا فرق نہیں کرسکتے۔ سائنس حق ہے، مغربی تہذیب اور دہریت باطل ہے۔ میں نے اپنے ہندوستان اور پاکستان کے زمانۂ قیام میں، اپنے فرصت کے اوقات اور تعطیلات علمائے دین اور مشائخ و صوفیائے کرام کی مجالس میں شاگرد بن کر سیکھنے کی نیت سے گزاری ہیں۔ الحمدللہ آج حق اور باطل کا فرق صاف نظر آتا ہے۔ کاش ہمارے پڑھے لکھے لوگ، طلبا، سیاسی رہنما بھی ایسا کریں تو خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ کیا بات صحیح ہے اور کیا بات غلط ہے؟ باوجود شراب کے، زنا کے، نشہ آور ادویات کے مغربی ممالک کے تمام لوگ پریشان ہیں اور دل میں خوشی نہیں اور طرح طرح کی جنسی بیماریاں ظلم و فساد (VIOLENCE, JUVENILE DELINQUENCY) میاں بیوی کے تعلقات ناخوشگوار (LOSS OF FAMILY LIFE) ہیں۔ ان کے لئے ان کا مال، دولت، پیسہ عورتیں، اولاد بجائے راحت کے عذاب ہیں اور فتنہ کا سبب ہیں۔ اسی وجہ سے یہاں خودکشی SUICIDE، دماغی امراض، اور سونے کے لئے دواؤں کا عام استعمال ہے۔ بڑھاپا (OLD AGE) کاٹے نہیں کٹتا یہاں۔ انسانیت ہی نہیں رہی مغربی تہذیب میں، صرف چند رسمی ظاہرداریاں ہیں۔ مغربی تہذیب دل کے لئے موت ہے۔ یہ لوگ دل کے چین اور خوشی کے پیاسے ہیں، اور یہ پیاس صرف اسلام اور شریعت اور طریقت سے بجھ سکتی ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اللہ اور رسول کی تعلیمات کو سیکھیں، عمل میں ڈھالیں اور نمونہ بن کر دینِ اسلام کی دعوت دیں۔ انشاءاللہ عنقریب مغرب میں بھی اسلام پھیلے گا، مسجدیں بنیں گی، مدرسے قائم ہونگے، اللہ اور رسولؐ کی تعلیمات عام ہوں گی۔ سائنس کی ترقی ہوتی رہے گی۔ دہریت اور مغربی تہذیب کا جنازہ نکلے گا۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اللہ اور رسولؐ کی باتیں، بزرگوں کے طریقہ پر، سمجھا کر، محبت، ہمدردی، نرمی اور خیرخواہی سے پیش کریں تاکہ حق واضح ہو اور نفس و شیطان کے پردے ہٹیں۔

ہمارے شیخ ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہ نے ایک بار فرمایا کہ دنیا سے

منہ موڑ لینا کوئی کمال کی بات نہیں، دین کی طرف متوجہ ہو جانا بڑی بات ہے اور ہم کہتے ہیں کہ دین کے اختیار کرنے میں کونسا شعبۂ زندگی معطل ہو جائے گا؟ نقصان کیا ہے؟ اسلام تو دینِ فطرت ہے۔ مسلمان کی دنیا صرف زاویۂ نگاہ کی بدولت دنیا ہے۔ یہ دُرست ہو جائے پھر سب دین ہی دین ہے۔ ہر عمل کو عبادت بنا لینا مسلمان ہی کا کام ہے۔ اور فرمایا کہ اہل اللہ کی صحبت میں زاویۂ نگاہ دُرست ہوتا ہے، مصرفِ زندگی معلوم ہو جاتا ہے اور مقصود پر نظر پڑنے لگتی ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح فرمایا کرتے تھے کہ دوسرے کی چیز کو اپنی سمجھنا انتہائی حماقت ہے۔ ہمارا کیا کمال ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں یا پڑھ رہے ہیں۔ روشنی اُن کی، بینائی اُن کی، عقل اُن کی، ہر چیز انھیں کی عطا کردہ ہے۔ بس ان چیزوں کا صحیح استعمال ہی بندگی ہے۔ شرط "وصول" کیا ہے؟ ذوقِ نگاہِ یار جب تک بیدار نہ کیا جائے گا، صرف نگاہِ یار سے کام نہ چلے گا ؎

حیاتِ جاوداں اس کی نشاطِ بیکراں اس کا
جو دل لذت کشِ ذوقِ نگاہِ یار ہو جائے (شیخ عارفی مدظلہ)

طاعت اور عدم طاعت کے نتائج دیکھ لو۔ ہمارے اسلاف نے قانونِ اسلام کو تسلیم کر کے اور اس پر عمل پیرا ہو کر سارے عالم کو سرنگوں کیا اور حکومت کی۔ تم اس کو چھوڑ کر اور ناقابلِ عمل کہہ کر غلام در غلام ہو گئے ؎

غلامی اس کی کریں تاج و سلطنت والے
نبیؐ کا جو کوئی سچا غلام ہو جائے (شیخ احمد مدظلہ)

اب جو خدا کے فضل سے سیاسی آزادی ملی ہے تو چاہیئے کہ مغربی معاشرے کی غلامی، ذہنی غلامی، نفس کی غلامی، ان سے بھی آزادی حاصل کرو۔ پھر سائنس کی ترقی کر کے مسلمان تمام دنیا پر چھا جائے گا، اسلام کا بول بالا ہوگا اور آخرت کی کامیابی تو صرف مسلمان ہی کے لئے ہے۔ کافر سائنس داں تو آخرت کو مانتا ہی نہیں، باغی ہے، سرے سے منکر ہے اور بالکل ہی تیار نہیں۔ میں نے ایک انگریز مشہور سائنسداں سے ایک بار کہا کہ اس طرح غور کرو کہ اگر آخرت نہیں ہے، موت کے بعد دوبارہ

زندگی نہیں ہے، حساب کتاب نہیں ہے، روزِ جزا نہیں ہے تو ہم اور تم مرنے کے بعد برابر ہو گئے، اور اگر ایسا ہوا (جس کا امکان تو ہے، صرف تم کو یقین نہیں) تو پھر مسلمان کیسا ہی گناہگار ہو باغی تو نہیں، عقائد تو درست ہیں، دل کا عمل تو صحیح ہے، مانتا تو ہے، وہ کامیاب ہے اور تمہیں ابدی خسران ہے، ہمیشہ کے لئے دوزخ کا عذاب ہے بوجہ کفر و شرک کے۔ لہٰذا تم ہی فیصلہ کرو کہ آخرت کے لئے تیار رہنا عقل کے موافق ہے یا خلاف؟ اور کس کا رویّہ (ATTITUDE) زیادہ SCIENTIFIC ہے، ہمارا یا تمہارا؟ وہ چپ ہو گیا، سوچ میں پڑ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ دہریوں کے پاس کوئی حل یا مشعلِ راہ نہیں صرف جہالت اور تعصب ہے اور اُلٹا کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے علماء متعصب ہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کریں کون متعصب ہے اور کون بات معقول کہتا ہے!

سوال یہ ہے کہ زندگی کیا ہے؟ سائنس دانوں نے زندگی کی پہچان یا علامات بہت سی بتائی ہیں جو کتابوں میں لکھی ہیں لیکن زندگی کی حقیقت کا آج تک پتہ نہ لگا سکے، البتہ دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ لگا لیں گے۔ رُوح کیا ہے؟ یہ نہیں جانتے البتہ اس کا بھی انکار نہیں کر سکتے جو مشاہدے سے ثابت ہے کہ مرتے وقت انسان کے جسم سے کوئی چیز ضرور نکلتی ہے، جس کے پہلے زندگی تھی اور بعد میں موت کا حکم ہے۔ زندگی کی تخلیق آج تک نہ کر سکے۔ باوجود دعووں کے کہ اب ہوئی اور تب ہوئی۔ دو یا زیادہ چیزوں کو ملا کر (جو پہلے سے موجود ہیں) تیسری کسی نئی چیز کا بنا لینا تخلیق یا پیدا کرنا (CREATE) نہیں ہوا بلکہ تالیف کرنا (SYNTHESIS) یا MANUFACTRE کرنا ہے خواہ وائرسِ خوردبینی (VIRUS) ہو یا کچھ اور ہو۔ زندگی کتنی مرتبہ وجود میں آئی؟ کوئی قطعی جواب نہ معلوم ہے نہ سائنس کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہے، صرف خیال ہے کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا اور آخر میں ترقی کرتے کرتے انسان بنا اور یہ موجودہ مغربی تہذیب بنی۔ انسان کے بعد کیا ہے؟ اور مغربی تہذیب کے بعد کیا ہے؟ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مرنے کے بعد کیا ہے؟ جب دنیا کی کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں بنتی، ہمیشہ سبب ہوتا ہے تو مسبب الاسباب کوئی ہے یا نہیں؟ کون ہے؟

کیسا ہے ؟ ذات وصفات کیا ہیں ؟

زندگی جب ایک بار پیدا ہو چکی ہے تو دوبارہ کیوں نہیں پیدا ہوسکتی ؟ جب مغربی تہذیب سے راحت ، دل کا چین ، اطمینانِ قلب اور خوشی نہیں حاصل ہوئی تو یہ کہاں ملے گی ؟ اگر مذہب میں تو کس مذہب میں اور کیوں ؟ سائنس کے حقائق کس مذہب یا دین کے خلاف ہیں اور کس کے حق میں موافق ہیں ؟ کیا عیسائیت کے علاوہ اور کوئی مذہب نہیں ؟ کیا موجودہ عیسائیت عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح تعلیمات رکھتی ہے ؟ کیا اسلام کی تعلیمات قرآن وحدیث میں بھی وہی ہیں جو مغربی کتابوں میں (ORIENTALISTS) نے لکھی ہیں ؟ کیا مسلمانوں کو اصلاح کی ضرورت ہے یا قرآن وحدیث اور اسلام کی اصلاح کی ضرورت ہے ؟ ---

یہ چند سوالات آپ کے سامنے ہیں اور اس طرح کے اور بھی سوالات جو ان باتوں پر غور کرنے سے پیدا ہوتے ہیں ، آہستہ آہستہ منظرِ عام پر آرہے ہیں ۔ دنیا کے تمام مفکرین ، سائنس داں ، مذہبی اور سیاسی رہنما معقول اور تسلی بخش حل تلاش کرنے کے لئے مجبور ہو رہے ہیں ۔ موجودہ مغربی تہذیب اور اس سے پیدا شدہ اثرات اور نتائج ، اور آئندہ نسلوں پر اس تہذیب و تمدن کا کیا اثر پڑے گا ۔ اور مستقبل کیسا ہوگا ، اس کا مشاہدہ اور اندازہ خود اہلِ مغرب کو تیزی سے اسلام کی طرف لا رہا ہے اور اسلام قبول کرنے کی صلاحیتیں بیدار کر رہا ہے اور ہمارے علماء اور مشائخ کو تبلیغِ دین اور تزکیۂ نفس کے لئے ڈھونڈ رہا ہے ۔ بقول کسی صوفی کے ۔

ع لگا کے برف میں ساقی صراحیِ مے لا
جگر کی آگ بجھے جس سے جلد وہ شے لا

جسے انسان کہتے ہیں وہ جسمِ انسانی کا نام نہیں بلکہ اس کی روح کو کہتے ہیں ۔ یہ جو میں بول رہا ہوں تو یہ رُوح بول رہی ہے کیونکہ زبان روح نکلنے اور مرنے کے بعد نہیں بولتی ۔ انسان کے اندر انسان کی روح ہوتی ہے اور جانور کے اندر جانور کی ۔ یہ نہیں کہ کتا یا بلی سامنے ہے اور آپ کہیں کہ ان کے اندر انسان کی روح ہے ۔ ہر جاندار میں رُوح ہوتی ہے ، جس کی وجہ سے جسم میں زندگی رہتی ہے ۔

ہر جسم اپنی روح سے مناسبت رکھتا ہے ورنہ زندگی کا تعلق نہ رہے۔ ہر واحد جاندار شے (INDIVIDUAL) کی روح جُداگانہ ہے۔ جو بھی دستورافزائشِ نسل کا کسی جانور یا نبات میں پایا جائے۔ جب کبھی روح کا تعلق، جس وقت بھی آئندہ نسل کے جسم سے ثابت ہو جائے، جسم میں زندگی کے آثار ظاہر ہو جائیں گے۔ اور روح کے تعلق کا جسم سے منقطع ہو جانے کا نام (ظاہری) موت ہے۔ جسم روح کے بغیر مُردہ ہے روحانی ترقی جسم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ قرب میں ترقی عمل سے ہوتی ہے اور عمل کے لئے جسم اور اعضا کی ضرورت ہے انسان کو، ورنہ کیسے کر سکتا ہے کوئی بھی عبادت معاملہ، اخلاق کا برتنا، معاشرے میں شریعت پر قائم رہنا، ظاہر یا باطن کا عمل، ذکرِ لسانی یا قلبی؟ روح مرد میں بھی ہے، عورت میں بھی، بچوں میں بھی، جانوروں میں بھی، نباتات میں بھی، مسلمانوں میں بھی، کافروں میں بھی۔ ہر زندہ چیز میں زندگی روح سے ہے۔ روح کی حقیقت سائنس نہیں پتہ لگا سکتی اس لئے کہ اس کا دائرہ محدود ہے۔ جیسا پہلے بتا چکا ہوں۔ روح کی حقیقت کا اس لئے بھی کسی دوسرے طریقے سے نہیں پتہ لگا سکتے کہ اللہ میاں نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ انسان کا علم محدود ہے اور تجربہ بھی یہی بتلاتا ہے کہ علم میں ترقی ہوتی ہے تو جہل کا انکشاف زیادہ ہوتا ہے: ؎

حاصلِ عمرِ بشر جہل کا عرفاں ہونا ۔۔۔ عمر بھر عقل سے سیکھا کئے ناداں ہونا

قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ تمام دنیا کے لئے، تمام سائنس دانوں کے لئے، تمام مغربی تہذیب کے مفکرین کے لئے، قیامت تک کے لئے کُھلا کُھلا CHALLENGE اور دعویٰ ہے کہ اگر مخلوق کا کلام ہے تو بنالاؤ دوسرا قرآن شریف۔ عربی زبان جاننے والے دنیا میں بہت سے عیسائی، یہودی اور غیر مسلم بھی ہیں اور سب عاجز ہیں، ہار مان چکے ہیں پھر بھی اندھیر ہے کہ حق قبول نہیں کرتے۔ کیا اب بھی جُھٹلاؤ گے؟ تعصب اسی کا نام ہے! حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصنیف نشر الطیب ضرور پڑھیئے۔ نورِ محمدی کے بیان میں حدیث شریف (وحی، علم قطعی وہبی) سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے

نورِ محمدی اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ اور نورِ محمدی کے حصوں سے باقی مخلوقات کو۔ اور یہ بھی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکے تھے اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر ہی میں پڑے تھے یعنی ان کا پُتلا (جسم) بھی تیار نہ ہوا تھا۔ ظاہراً نورِ محمدی، روحِ محمدی سے عبارت ہے اور حقیقت روح کی اکثر محققین کے قول پر مادہ سے مجرد ہے اور مجرد کا مادیات کے لئے مادہ ہونا ممکن نہیں۔ پس ظاہراً اس نور کے فیض سے کوئی مادہ بنایا گیا ہے کہ اس مادہ کے حصّے کئے گئے۔ اور اس مادہ سے پھر کسی مجرد کا بننا اس طرح ممکن ہے کہ وہ مادہ اس کا جزو نہ ہو بلکہ کسی طریق سے محض اس کا سبب خارج من الذات ہو۔

کوئی ناک رگڑ کر مر جائے پھر بھی قرآن شریف کے معجزہ کو نہیں توڑ سکتا۔ اللہ میاں نے ہمیں قرآن کریم میں بتلایا ہے کہ کائنات کی تخلیق چھ۶ دن میں کی اور یہ کہ ایک دن اللہ کے نزدیک عرب کے شمار کے ہزار دنوں کے مثل ہے اور یہ کہ وہ کبھی تھکتے نہیں کہ یوم السبت (SABBATH) میں آرام (RECOVERY) کی ضرورت پیش آئے۔ مقابلہ کر لیجئے، موازنہ سے زمین اور آسمان، حق اور باطل کا فرق صاف نظر آنے لگے گا۔ کوئی بھی واقعہ جو قرآن شریف میں اور انجیل و توراۃ (BIBLE) میں آیا ہے مقابلہ کر کے کوئی بھی چاہے تو عقلِ سلیم سے فیصلہ کر سکتا ہے کہ کون اللہ کا کلام ہو سکتا ہے اور کون نہیں۔ کون اپنی اصل پر ہے اور کون مصنوعی؟ کیا اب بھی جُھٹلاؤ گے؟ مذہبی معلومات مغربی سائنس دانوں کی محدود ہیں بائیبل اور عیسائیوں کی، یہودیوں کی کتابوں تک۔ قرآن و حدیث کا علم اُن کو بالکل نہیں، اسی وجہ سے یہ سرے سے مذہب ہی کے خلاف ہو گئے، خدا ہی کے مُنکر ہو گئے۔

بعض لوگوں نے روح (SOUL) کو عقل یا سمجھ INTELLIGENCE یا CONCIOUSNESS سے تعبیر دی ہے، یہ غلط ہے۔ ایک بیوقوف پاگل آدمی کے بھی روح ہوتی ہے چاہے عقل اور احساس نہ رہے۔ بعض لوگوں نے (خصوصاً غیر مسلموں نے، جوگیوں نے، اور جاہل صوفیوں نے)، نفسانی کیفیات کو رُوحانی

کیفیات سمجھ رکھا ہے۔ یہ بھی غلط فہمی ہے جس میں بہت لوگ اور بڑے بڑے تصوف کا دعویٰ کرنے والے پیرانِ طریقت بھی مبتلا ہیں۔ میرے پیر و مرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب دامت فیوضہم نے ایک بار مجلس میں فرمایا کہ دیکھو صحیح تعلیم کہاں ہے۔ اس میں اصلی چیزیں، سچے احوال اور روحانی کیفیات ملیں گی جن کی لطافت اور پائداری کے سامنے ان نفسانی کیفیات کی کچھ بھی حقیقت نہیں — نماز ترک نہیں کرسکتے سمجھئے کہ روحانی کیفیت حاصل ہے۔ کسی تقریب کی شرکت میں ترکِ واجب کے احتمال سے ایک کھٹک محسوس ہو رہی ہے، یہ روحانی کھٹک ہے۔ رُوح کی لذت اس میں ہے کہ اعمالِ واجبہ کی پابندی ہو جائے۔ اور ترک تو بڑی چیز ہے، ترک کا خیال ہی کر کے دیکھئے اندر سے کوئی چیز بے چین ہو جاتی ہے۔ یہ بے چینی بتلارہی ہے کہ روحانی لذت دوامًا حاصل ہے۔ جس طرح نفس نہیں چاہتا کہ اس کی غذا نہ ملے، رُوح بھی نہیں چاہتی کہ اس کی غذا بند ہو جائے۔ اور روح کی غذا اس میں ہے کہ تعمیلِ حکم ہو جائے۔ فرض و واجب اَدا ہو جائیں، یہ ان کے ترک کو برداشت نہیں کرسکتی۔ جب دوامًا ہم پر یہ خیال مسلط ہے اور یہ حال طاری ہے کہ کوئی واجب چھوٹنے نہ پائے تو روحانی کیفیت اور روحانی لذّت دوامًا ہم کو حاصل ہے۔ نماز کو اس وقت طبیعت نہیں چاہ رہی اور نفس مزاحمت کر رہا ہے مگر اس جسمانی کسل اور نفسانی بے کیفی میں نماز کو ادا کیا۔ اب دیکھئے رُوح کو کیسا سکون اور کیسی لذّت نصیب ہوئی۔ یہاں پر جسمانی اور نفسانی لذّت کی نفی کے بعد روحانی لذّت ثابت ہے۔ روحانیت اور ہے، نفسانیت اور ہے۔

سائنس کے حقائق (SCIENTIFIC FACTS) پر تفکر و تدبر کے بعد اور اپنے بزرگوں کی صحبت سے اور ان کی جوتیوں کی برکت سے میری ذاتی تحقیق ذیل میں درج ہے ؎

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے مجھے خود کر دیا رُوح المعانی
جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں اُسے کیا پا سکیں لفظ و معانی

(شیخ احمد دامت برکاتہم)

(۱) سب سے پہلے یہ بات کہ زندگی صرف ایک بار پیدا ہوئی ہے، دوبارہ نہیں ہو سکتی (MONOPHYLETIC EVOLUTION) بالکل بے بنیاد، غلط اور غیر معقول بات ہے۔ جب ایک بار پیدا ہو سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوبارہ نہ ہو؟ کس بنیاد پر یہ فیصلہ کر سکتے ہیں قطعی طور پر؟ مجھے اس بات کا یقین ہو چلا ہے کہ POPYTHYLETIC ORIGIN AND EVOLUTION OF LIFE ہوا ہے، یعنی زندگی کا وجود کئی بار مختلف مخلوقات کے لئے جداگانہ ہوا ہے اور یہ کہنا کہ ایسا سائنس کی رُو سے محال ہے لغو ہے۔ مخلوقات کو عدم سے وجود میں لانے والا قادرِ مطلق اس بات پر قادر ہے کہ جب چاہے، جس طرح چاہے، جس صورت و شکل میں چاہے زندگی کا وجود (ORIGIN OF LIFE) کر دے اور ہمیں تمام مخلوقات کا علم بھی نہیں۔ جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ سائنس عادۃ اللہ اور قدرت کے قوانین کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے، خرقِ عادت، معجزہ اور کرامت (MIRACLES) سائنس کی حد سے باہر ہیں ورنہ معجزہ کیوں کہتے؟

(۲) ایک مخلوق نور سے بنی ہے۔ بے جنس ہیں (SEXLESS) بال بچے اور اولاد و شادی نہیں ہوتی (NO GENEOLOGY) اصل سب کی ایک ہے یعنی کوئی حرج نہیں کہنے میں کہ SPECIES یا اصل سب کی ایک ہے کہ نور سے بنے ہیں، آنکھوں سے ہم کو نظر نہیں آتے مگر یہ کہ مرتے وقت جبکہ ہم دم توڑتے ہوتے ہیں غیر مکلف ہیں یعنی اختیار ہی نہیں کہ کفر و معصیت کریں۔ اُن کی غذا تسبیح و تہلیل اور احکام کی بجا آوری ہے۔ مشہور نام یہ ہیں۔ جبرئیلؑ (GABRIEL) اسرافیلؑ، میکائیلؑ، ملک الموت وغیرہ۔ انھیں فرشتہ (ANGELS) کہتے ہیں۔ ترتیب CLASSIFICATION میں نہ یہ نبات ہیں، نہ حیوانات، نہ انسان، نہ جن بلکہ ان کی حکومت KINGDOM جداگانہ ہے اور سائنس کی حد سے باہر ہے۔ ان کا تذکرہ قرآنِ پاک میں بھی ہے اور بائیبل میں بھی، مگر نظریات ایک نہیں، مقابلہ کر کے دیکھو تو اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے گی۔ ہم انھیں اس لئے مانتے ہیں کہ قرآن شریف میں لکھا ہے اور قرآن کی حقانیت اور اعجاز کے آگے سائنس اور سائنس داں مات

کھا چکے ہیں۔

(۳) ایک مخلوق نار سے بنی ہے۔ انسان کی طرح مکلف ہے جنس (SEX) ہے، اولادیں ہوتی ہیں، اصل تمام کی ایک ہے، آنکھوں سے عموماً نظر نہیں آتے ہیں، اللہ نے اختیار دیا ہے انسان یا جانور کی شکل میں ظاہر ہوسکنے اور پھر نظروں سے غائب ہو جانے کا مشہور شیطان، ابلیس اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ان میں انبیا نہیں ہوئے۔ البتہ انسانی انبیاء پر ایمان لانا اور ان کا اتباع کرنا اور مسلمان ہونے کا اختیار اور حکم ہے۔ انھیں جنات (JINN) کہتے ہیں، انگریزی یا بائبل میں DEVILS کچھ اسی معنی میں کہا جاتا ہے۔ البتہ شیطان کا تصور قرآن اور بائبل میں مختلف ہے۔ جنات مسلمان اور کافر دونوں طرح کے ہیں۔ شیطان کے اولادیں ہیں اور یہ کافر جنات ہیں، انسان کے دشمن ہیں اور کفر و شرک اور بدعت کی دعوت دیتے ہیں، قیامت تک کے لئے اختیار اور آزادی ہے۔ بعد میں حساب کتاب ہوگا۔ انھیں کفر پھیلانے کا اختیار اور آزادی (صرف قیامت تک) اللہ تعالیٰ ہی نے دیا ہے اور اس میں مصلحتیں ہیں، امتحان ہے کہ کون حق پر قائم رہتا ہے اور کون جھوٹا ہے، نفس کا اتباع کرتا ہے۔ شیطان کو بھی اس کے نفس نے تباہ کیا اور انسان کے لئے بھی اس کا نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے۔ نفس کی غلامی سب سے بڑی غلامی اور سب سے بُری غلامی ہے! اور اس سے آزادی سب سے بڑی حریت اور آزادی ہے۔ غرض یہ کہ ترتیب (CLASSIFICATION) میں ان کی حکومت (KINGDOM) جدا ہے اور سب ایک ہی SPECIES اصل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ بھی سائنس کی حد سے باہر ہیں۔ یعنی سائنس کے ذریعہ اس مخلوق پر تحقیق نہیں کی جاسکتی۔ ہم انھیں اس لئے مانتے ہیں کہ قرآن مجید میں بتایا گیا ہے اور قرآن کے معجزہ ہونے میں سائنس داں بھی انکار نہیں کرسکتا۔ قرآن کے مقابلے میں سائنس شکست کھا چکی ہے۔ یہ اسلام کی حقانیت کا ثبوت ہے اور ہمارے نبیؐ کا سب سے بڑا معجزہ ہے جو آج بھی زندہ ہے!

(۴) عالم نباتات وحیوانات (PLANT AND ANIMAL KINGDOM) بائیلوجی (BIOLOGY) اور سائنس سے متعلق ہیں، یہ غیر مکلف مخلوق ہیں، کیونکہ انسان میرے

نزدیک عالمِ حیوانات (ANIMAL KINGDOM) کا رکن (MEMBER) نہیں ہے جیسا
کہ بیان نیچے آتا ہے)، نباتات اور حیوانات میں انبیاء نہیں آئے، ان میں بھی ہر ایک
زندہ شے INDIVIDUAL میں روح ہے لیکن سائنس صرف جسم سے تعلق رکھتی ہے
اور روح کی حقیقت سمجھنے سے معذور ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے ZOOLOGY
MICROBIOLOGY BOTANY وغیرہ علوم کا تعلق اسی عالمِ اجسام سے ہے۔ یہ تمام
غیر مکلف مخلوق کا ظہور دنیا میں ہوا (آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی طرح جنت
میں نہیں پیدا کئے گئے اور پھر وہاں سے دنیا میں بھیجے گئے)۔ جنت میں جو حوریں ہیں یا
دوزخ میں جو سانپ بچھو ہیں وہ دنیا میں نہیں اُتارے گئے اور دنیا کی مخلوقات
سے مختلف ہیں۔ خرقِ عادت، معجزہ اور کرامت کے طور پر یہ ثابت اور ممکن ہے
کہ دنیا میں کوئی نبات یا حیوان بغیر والد، والدہ یا والدین کے ظہور میں آجائے جیسا
کہ انبیاء کے معجزات قرآن شریف میں آئے ہیں لیکن یہ عادۃ اللہ نہیں ہے اور اسلئے
سائنس نہ اثبات کر سکتی ہے اور نہ انکار۔ البتہ عادۃ اللہ اور قدرت کے قوانین جو
سائنس انکشاف کرتی ہے یا کر سکتی ہے ایک حد کے اندر رہ کر وہ یہی معلوم ہوتی
ہے کہ نباتات اور حیوانات میں وقت کے لحاظ سے تبدیلیاں ارتقا (EVOLUTION)
ہوا ہے اور مختلف قسمیں SPECIES, GENERA, TRIBES, FAMILIES,
ORDERS, CLASSES, PHYLA وغیرہ جن کو ہم سائنس کے ذریعہ پہچانتے ہیں ظہور
میں آتی رہی ہیں، اپنے اپنے مقررہ وقت پر تقدیر کے مطابق ظاہر ہوئی ہیں اور ممکن
یا ثابت مستثنیٰ و شاذ و نادر واقعات EXCEPTIONS جو کہ سائنس کے باہر ہیں اُن
کے علاوہ قاعدہ RULE یہی معلوم ہوتا ہے کہ وقت کے ساتھ تبدیلی ہوتی ہے۔
مناسب حالات اور ماحول میں، مختلف زمانوں میں مختلف نباتات اور حیوانات
پائے گئے ہیں، (باوجود مستثنیٰ واقعات کے یا ابتدائی اجسام (PRIMITIVE
MEMBERS) کے خصوصی مناسب حالات کے) نر اور مادہ MALE AND FEMALE
کے ملنے سے ہی نسل چلتی ہے۔ اولاد PROGENY میں اجداد ANCESTORS
سے اختلاف صورت شکل اور عادتوں میں ہو جاتا ہے جسے VARIATIONS کہتے

ہیں، باوجود موجودہ اختلافات کے تمام جانوروں اور نباتات کا شجرہ نسب بظاہر ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ اُن کی ارواح مختلف ہیں اور اپنے اپنے جسم کے مناسب ہر روح ہے، لیکن اجسام میں دنیا کے اندر آکر ظہور ہونے کا سلسلہ (سوائے چند مستثنےٰ واقعات کے جو معجزہ تھے، بعض انبیاء کے اور وقتی تھے خاص طور پر خاص مقصد سے دکھلائے گئے) ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ ان معجزات اور کرامتوں کے علاوہ باقی تمام نباتات اور حیوانات کی اصل ظہور کے اعتبار سے دنیا میں، عالمِ اجسام میں، ایک ہی معلوم ہوتی ہے اور ان میں عادۃً اس MONOPHLETIC EVOLUTION کا ہونا ممکن ہے اور معلوم بھی ہوتا ہے تحقیق سے۔ یہ اصول یا قاعدہ معلوم ہوتا ہے جو ڈاروِن، والس اور دوسروں نے پتہ لگایا لیکن عالمِ اجسام کے علاوہ عالمِ ارواح پر ان کی نظر نہ گئی اور ان لوگوں نے معجزات اور MIRACULOUS EXCEPTIONS جو قدرت خاصہ کا ظہور ہیں۔ ان پر غور کیا، اور سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ انسان کو بھی جانوروں میں شمار کر لیا۔ ان غلطیوں کو دُور کرنے کے بعد زاویۂ نگاہ کو درست کرنے کے بعد عالمِ حیوانات اور نباتات میں ترتیب (CLASSIFICATION) وہی معتبر اور واقعہ کے مطابق معلوم ہوتی ہے جسے PHYLOGENETIC SYSTEMATICS کہتے ہیں اور جو یقیناً نہ تو قرآن شریف کے خلاف ہے نہ اسلام کے خلاف ہے اور نہ دین کی مخالف ہے۔ جیسا کہ حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے مغربی سائنس داں اور عوام میں یہ بات اتنی مشہور ہے کہ اس غلط فہمی کو دُور کرنے کے لئے، اور اسلام قبول کرنے کے راستے میں جو بڑی رُکاوٹ بن گئی ہے اسے ہٹانے کے لئے بہت تبلیغ، خصوصی نشر واشاعت اور محنت کی ضرورت ہے۔ اب انسان کیوں عالمِ حیوانات کا ممبر یعنی رُکن نہیں ہے وہ سمجھیے۔

(۵) عالمِ انسان (HUMAN KINGDOM) یہ نہ تو نباتات اور نبات کی طرح غیر مکلف ہے اور نہ اس کے اجداد کبھی بھی انسان کے علاوہ کچھ اور تھے، حیوان اور بندروں سے مشابہ جانور (APE-LIKE MAMMALS) تمام جسمانی مشابہتیں (ANATOMICAL FUNCTIONAL, BIOCHEMICAL AND OTHER

POLYPHY-LETIC سائنس کی کتابوں میں لکھی ہیں وہ سب اصل نہیں بلکہ COMMON CHARACTERS)
ANA- HOMOLOGOUS نہیں بلکہ کا نتیجہ ہیں CONVERGENCE
LOGOU ہیں۔ دنیا میں زندہ رہنے کیلئے، عالم اجسام میں روح کی ترقی کیلئے عمل کے ذریعہ جسم
کے اعضاء کیلئے مناسب شکل وصورت اور بناوٹ انسان کے لئے وہی تجویز فرمائی ہے
اللہ میاں نے جو ہمارے لئے حسب حال ہے۔ بہترین تقویم میں انسان بنایا گیا ہے۔
آج تک صرف دو نظریے دنیا میں پیش ہوئے۔ ایک تو ڈارون اور اس کے ماننے
والوں کا کہ انسان اور جانوروں میں ایسا کوئی فرق اور امتیاز نہیں جو دونوں کے
اجداد (COMMON ANCESTORS) ایک نہ ہوں لہٰذا مذہب (جبکہ وہ صرف
عیسائیت کو مذہب جانتے تھے) غلط ہے سراسر اور اس کے برعکس عیسائی پادریوں اور
ان کے ماننے والوں کا نظریہ کہ ڈارون کی بات نہ صرف انسان کے بارے میں غلط ہے
بلکہ جانوروں اور نباتات میں بھی غلط ہے۔ دونوں نظریات انسان اور جانوروں میں
فرق نہیں کرتے اور ایک ہی طرح کا معاملہ کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک خدا بھی
آدمی کی شکل اختیار کر لیتا ہے لہٰذا ان کی تعلیمات میں ANTHROPOMORPHISM
اور ایسی ہی متضاد باتیں پائی جاتی ہیں جس کا سائنس داں کو قبول کرنا عقل کے خلاف
نظر آتا ہے۔ سائنس داں بھی متفق ہیں کہ موجودہ تمام انسانوں کا دادا ANCESTORS
ایک ہی ہوگا اور اسلام بتاتا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام ADAM تھے۔ ان کو زندگی جنت
میں ملی تھی (ORIGIN IN PARADISE) زمین پر نہیں، وہاں سے مع حوّا (EVE)
کہ جو اُن کی بیوی تھیں اور تمام آدمیوں کی دادی، دنیا میں آئے اور پھر نسل سے ..
شجرۂ نسب GENEOLOGY اور تمام دنیا میں لوگ پھیلے۔ جب آدم و حوا دنیا میں
نہیں پیدا ہوئے (باقی دنیا کے تمام حیوانات کے برعکس) تو ہمارا یعنی آدمؑ کی اولاد کا
اصل وطن جنت ہوا اور چونکہ ہمارے جدامجد اور بندروں کے جدِامجد ایک جگہ نہیں
پیدا کئے گئے لہٰذا ایک کا دوسرے کی نسل سے ہونا محال! ہمارے جدِامجد قرآن کے
معجزے کی رُو سے مسجود الملائکہ تھے اور حیوانوں کے نہیں تھے۔ ہم اشرف المخلوقات
بنائے گئے۔ ہمیں خلیفۃ اللہ فی الارض کا لقب ملا۔ ہمیں دنیا میں نیابت عطا کی گئی۔

ہم نے بارِ امانتِ الٰہی کا تحمل کیا۔ یہ باتیں کسی حیوان میں نہیں پائی جاتیں اور بنیادی امتیاز اور فرق ہیں جو مغربی سائنس دانوں نے آج تک تعجب ہے نہیں غور کیا جبکہ قرآن کا CHALLENGE ان کو بھی ہے، تمام دنیا کو ہے!

اس عالمِ انسان میں صرف ایک SPECIES ہے، RACES کئی ہیں، لہٰذا صرف ایک ہی PHYLUM' CLASS 'ORDER' FAMILY' GENUS ہوئے، نام جس طرح چاہے رکھ دیا جائے، جو بھی مناسب ہو۔ یہ اشرف المخلوقات مکلّف ہے، صاحبِ اختیار ہے، چاہے اللہ کو (مع ذات و صفات کے) مانے، چاہے انکار کرے، اگر مانتا ہے اور تعمیل احکامِ الٰہی کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی روحانیت میں بڑھ جاتا ہے اور اگر اپنے اختیار سے انکار یا مخالفت کرتا ہے تو جانوروں سے بھی زیادہ نفسانیت میں گر جاتا ہے۔ یہ موجودہ مغربی تہذیب اسی نفسانی پستیوں کی طرف تیزی سے عالمِ انسان کو تباہی میں لے جا رہی ہے، جس کا احساس اور اعتراف اہلِ مغرب کو بھی ہوا جا رہا ہے اور جس کا واحد علاج اسلام ہی ہو سکتا ہے۔ بزرگی اور بڑائی بمعنی PROGRESS یا ترقی انسان کی صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے، نسل، زبان یا رنگ پر نہیں۔

اس عالمِ انسان HUMAN KINGDOM کا طرۂ امتیاز (DISTINGUISHING CHARACTER) یہ خلافت اور نیابت ہے۔ دنیا میں اور تمام دیگر مخلوقات پر حکمرانی جس کے لئے انبیاء آئے۔ پہلا انسان خود بھی نبی تھا۔ وحی آئی، قرآن شریف اُترا بذریعہ وحی تمام دنیا کے لئے آخری نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور یہ قرآن بڑا معجزہ ہے جس طرح حضورؐ کے زمانے میں تھا، آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ کیا پھر بھی انکار کرو گے؟

جب یہ معلوم ہو گیا کہ انسان کا طرۂ امتیاز کیا ہے تو پھر انسانی جسم کی بناوٹ یا محض ڈھانچہ کو انسان کہنا اور اس کی رُوح کا انکار کرنا یہ محض غلطی ہے۔ بڑا زور اس بات پر سائنس کی کتابوں میں دیا جاتا ہے کہ کچھ انسانی ڈھانچے، اکثر صرف کھوپڑیاں زمانۂ قدیم کے کھود کر نکالے گئے ہیں FOSSIL MEN اور ANTHROPOLOGIST

انھیں MISSING LINK یا CONNECTING LINK بھی کہہ دیتے ہیں کہ انسان اور بندر سے، دونوں سے بعض صورتی مشابہتیں ہیں، اور چونکہ انسان تاریخی اعتبار سے بعد میں آیا اور بندر اور دوسرے جانور پہلے سے تھے، لہٰذا انسان کے اجداد اور بندروں کے اجداد ایک ہی تھے اور یہ ڈھانچے FOSSILS اس کا ثبوت نہیں تو اور کیا ہیں؟ قرآن کا انکار کرنے والا ایسا ہی سمجھ سکتا ہے۔ اگر قرآن جھوٹا ہے تو لے آؤ اس کا مثل؟ کیوں نہیں لاتے؟ کیوں نہیں لا سکتے؟ قرآن ہمیں بتلاتا ہے کہ زمانۂ قدیم میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بعض نبیوں کے زمانے میں اُن کے لوگوں نے انکار کیا، بہت مخالفت کی، سخت نافرمانی کی تو اللہ نے طرح طرح کے عذاب نازل کئے اور بعض ایسی قومیں بالکل مٹا دی گئیں۔ صرف اب اُن کے ڈھانچے ہی مل سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض کی صورتیں مسخ کر دی گئیں، بگاڑ دی گئیں عذابِ الٰہی سے، آدمی سے بندر بنا دیئے گئے اور پھر سب مر گئے اسی حال میں بغیر اولادیں چھوڑے۔ قرآن شریف ہمیں بتلاتا نہیں کیا؟: وَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ۔ کہ ہم نے ذلیل بندر بنا دیئے۔ یعنی ایسے نافرمان انسانوں کو بندر بنا کر ختم کر دیا۔ تو انسان جب انسانیت سے گرا تو بندر بنا دیا گیا، لیکن بندر سے انسان کبھی نہیں بنا۔ اب اگر ایسے ڈھانچے ملتے ہیں تو کونسا تعجب ہے، یہ تو اور قرآنِ پاک کی تائید ہوئی اور مزید اسلام کی حقانیت کی دلیل ہوئی۔ اگر یہ مغربی سائنس داں قرآن مجید پڑھے ہوتے، ان کو عربی زبان آتی ہوتی تو ایسے ڈھانچوں (FOSSILS) کو دیکھ کر حقیقت پہچان جاتے! جو مشاہدہ کافر کو کفر تک لے گیا وہی زاویۂ نگاہ کے فرق سے، قرآن شریف کی تعلیمات کے فیوض و برکات سے ایک مسلمان سائنس داں کو اللہ تک لے جاتا ہے۔ یہ تمام سائنس ایک مسلمان سائنس داں کے لئے تسبیح کی طرح ذکرِ قلبی کے لئے مستقل یاد دہانی کرنے والی چیز نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا اب بھی انکار کرو گے؟ اہلِ حق مشائخ اور بزرگانِ دین صحبت میں ذرا سا زاویۂ نگاہ صحیح کر لو پھر مسلمان کے لئے دین و دنیا کی دونوں ترقیاں ہیں۔ اور اس کے بغیر نہ محض دین کا علم نفع دیتا ہے نہ سائنس کا علم۔

ایک حُبِ جاہ کا مریض ہے تو دوسرا حُبِ مال کا۔ کوئی اپنے کو بزرگ اور دوسروں کو گناہگار سمجھتا ہے تو کوئی اپنے کو معزز اور دوسروں کو حقیر جانتا ہے۔ انسانیت کہیں نہیں ملتی، بزرگی اور شان ہر جگہ ہے۔ ہر جگہ نفس کی غلامی ہے اور اس بدترین غلامی سے آزادی ملتی ہے اپنے کو مٹانے پر، اور یہ صرف شیخ کامل مصلح کی صحبت میں ہی ہو سکتا ہے۔ کتنے آزادی اور حریت کے دعوے کرنے والے دنیا میں ہیں، لیکن نفس کی غلامی سے آزادی کی کسی کو فکر نہیں، کتنے دین کی تبلیغ کرنیوالی جماعتیں ہیں اور ان میں سے کتنوں کو مصلحین سے اصلاحی تعلق ہے۔ اور خود اپنی بھی اصلاح کی فکر ہے؟ کہتے ہیں کہ خلافتِ راشدہ ختم ہو گئی دنیا سے۔ صورتاً ختم ہو گئی ہو گی، حقیقت قیامت تک باقی رہے گی۔ جب تک ایک بھی مسلمان اللہ اللہ کہنے والا زمین پر ہے دنیا قائم ہے، خلیفۃ اللہ فی الارض موجود ہے پھر خلافت بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء اور مجازین اور اُن کے خلفاء اور پھر اُن کے، اور پہنچتے پہنچتے یہ سلسلہ متواتر ابتک موجود ہے۔ جب ایسا ہے تو حقیقتاً خلافتِ راشدہ برابر قائم ہے جو ہے شریعت پر عمل کرنا اور نفس کو مٹانا اور اس کا تزکیہ کرنا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ صورتِ خلافتِ راشدہ بھی قائم ہو جائے تو زاویۂ نگاہ صحیح کرائیے ہمارے بزرگوں کی صحبت میں، تاکہ نفسانیت کا دخل نہ رہے۔ اگر آپ کو اسلام کی تبلیغ والی لگن ہے تو بے حد ضروری ہے کہ اپنی اصلاح کے لئے، نفس کو مٹانے کے لئے اور اللہ کے لئے "کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ" پر عمل کیجئے جیسا کہ "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللہَ" کا حکم ہے کہ تقویٰ اختیار کرنے کے لئے ولی مصلح کی صحبت میں سیکھنے کے لئے جاؤ۔ نہیں جا سکتے تو اصلاحِ حالات کے لئے خط و کتابت سے تعلق پیدا کرو۔ تعلق نہیں تو کم سے کم مخالفت، دل میں ہو یا عملاً، یہ تو نہ چاہیئے، ورنہ نفس و شیطان کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔ یہ اپنے بزرگوں کی باتیں ہیں جو میں نے کچھ اپنی سمجھ کے مطابق آپ کے سامنے پیش کر دیں دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو فہم سلیم عطا فرمائیں اور عمل کی توفیق دیں۔ آمین۔

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن ○

جسے ہم ڈھونڈتے تھے خود ہی ہم تھے — ولے رُتبے سے واقف اپنے کم تھے
خودی جب تک رہی اُس کو نہ پایا — اُسے جب ڈھونڈ پایا، خود عدم تھے
حقیقت کیا تمہاری تھی میاں آہ — یہ سب امداد کے لطف وکرم تھے

(حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رح)

حوالے

REFERENCES

1. Abdullah, M. 1973. The improvement of an existing modern classification in Biology. Zoologische Beitrage, Berlin , 19(1) : 13-41.

2. Abdullah M. In the press. Species of the Archostematan beetle genus Micromalthus (Micromalthoidea : Micromalthidae) including conment, on evolution, creation and human species. Eos, Madrid, Spain.

3. Abdullah, M. 1976. A criterion of a phylogenetic hypothesis and its implications in the classification of beetles (Coleoptera). Zool Beitr, Berlin, W. Germany, 22(2) 169-177.

ضروری نوٹ

(۱) اگر برطانیہ میں کسی کو اس موضوع پر کوئی سوال یا اشکال ہو تو خط کے ذریعہ جواب دیا جاسکتا ہے بشرطیکہ جوابی لفافہ مع پتہ اور ٹکٹ کے ارسال کریں۔ زیادہ سوالات ہوئے تو اسی رسالہ میں آئندہ جوابات شائع کردیئے جائیں گے۔ انشاء اللہ۔

(۲) اسلام اور ڈارون ودہریت پر بیان کرنے کے لئے، سوالات کا جواب دینے کیلئے برطانیہ کی مساجد، اسلامی انجمنیں، مسلمان طلباء کی جماعتیں یا خصوصی محفلوں میں شرکت کیلئے حاضر ہوں۔ انشاء اللہ۔ خط وکتابت کا پتہ یہ ہے:۔

(مولانا) پروفیسر محمد عبداللہ پی۔ ایچ۔ ڈی
۱۶۔ نیو پارک کورٹ۔ برکسٹن ہل۔ لندن ایس ڈبلیو ٹو
ٹیلیفون نمبر ۰۱-۶۷۱--۸۴۴

Maulana Professor
MOHAMMAD ABDULLAH, Ph.D.
16 New Park Court (Top Co-op)
260-272 Brixton Hill Road
London SW2 1HS UK
(Tel no 01-671 08441

ضمیمہ

میں آپ کو ضرور مشورہ دوں گا کہ اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، مآثر حکیم الاُمتؒ، بصائرِ حکیم الامتؒ، معمولات یومیہ مختصر نصاب اصلاحِ نفس و صہبائے سخن (نظم)، حضرت پیر و مرشد مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی مدظلہٗ کی کتابیں پاکستان سے منگوا کر مطالعہ میں رکھیں جو کہ مکتبۂ تھانوی، مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی ۱ سے دستیاب ہیں۔ ان کے علاوہ کتاب سائنس اور اسلام از سید اسحاق علی اور ترجمہ رسالہ حمیدیہ (عربی) از حسین الجسر طرابلسی اگر مل جائے تو ضرور پڑھیں اور اہلِ قلم حضرات ان تمام مذکورہ بالا کتابوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر دیں۔

ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حاصلِ تصوّف یہ ہے: وہ ذرا سی بات جو حاصل ہے تصوّف کا، یہ ہے کہ جس طاعت میں سُستی محسوس ہو سُستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہو تقاضے کا مقابلہ کر کے اُس گناہ سے بچے۔ جس کو یہ بات حاصل ہو گئی اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں، کیونکہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔ اپنی ذات سے کسی کو ادنیٰ اذیت بھی نہ ہو یہی تصوّف ہے۔ طریقت عین شریعت اور سنّت ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ ہے زندقہ ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ دونوں ایک ہیں۔ مقصود دونوں کا ایک ہے صرف طریقِ تربیت میں فرق ہے۔ ان کو دو سمجھنا ایسا ہے کہ جیسے بھینگا آدمی ایک چیز کو دو سمجھتا ہے۔ تمام اذکار و اوراد حصولِ مقصود کے لئے محض معین و معاون ہیں جبکہ اصل مقصد طلبِ رضائے حق ہے جس کے لئے تقویٰ حاصل کرنا شرط ہے اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے اکتسابِ محاسن اور اجتنابِ رذائل سے اور اسی کے لئے مجاہدے کئے جاتے ہیں اور رضائے حق کے لئے گناہوں سے بچنے کا اہتمام۔ حقوقِ واجبہ کی ادائیگی، معاملات میں صداقت و دیانت، معاشرت میں سادگی اور پاکیزگی اور مزاج میں نرمی و خوش اخلاقی ناگزیر ہے اور ان چیزوں کے اہتمام کے

بغیر سلوک کا مقصد ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ مقصودِ حقیقی سے محرومی ہی رہتی ہے۔
وظائف و اوراد ہی کو سب کچھ سمجھ کر ہرگز فارغ نہ ہو جائیے بلکہ اپنی زندگی کا مسلسل جائزہ لیتے رہیئے، اصلاحِ نفس کی فکر مرتے دم تک نہ چھوڑیئے، آنکھ، کان، زبان کی سختی کے ساتھ احتیاط رکھئے ؎

نفس کا مارِ سخت جاں دیکھو ابھی مرا نہیں غافل اِدھر ہوا نہیں اس نے اُدھر ڈسا نہیں

تسبیحات اور وظیفے فرصت، ہمت، صحت، قوت کے لحاظ سے کم و بیش ہو سکتے ہیں لیکن معاملات کی صفائی، معاشرت کی پاکیزگی اور اخلاق کی دُرستی کا اہتمام ہر حال میں ضروری ہے۔ اور ان تمام اعمال کے معتبر و مستند ہونے کا ذریعہ اتباعِ سنت ہے جس چیز میں نفس اور شیطان کا کوئی دخل نہیں اور جو اللہ کے دربار میں مقبول بھی ہے اور محبوب بھی۔ لہٰذا اپنی زندگی کو اہتماماً اتباعِ سنت میں ڈھالنے کی عادت ڈالنا شروع کیجئے خواہ وہ سنتیں تشریعی ہوں یا عادی۔ اور تفصیل اسوۂ رسولِ اکرم میں پڑھ لیجئے۔ خلاصہ یہ کہ تمام مجاہدات و ریاضات اور اوراد و وظائف اور ذکر و اشغال کا حاصل اور تہذیب و اخلاق و تزکیہ نفس کی غایت الغایات یہ ہے کہ حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوقِ نفس کما حقہٗ ادا ہونے لگیں خصوصاً حقوق الوالدین، حقوق الزوجین، حقوق الاولاد، حقوق الاقربا، حقوق المسلم۔ ان کے لئے ہم شرعاً مکلف ہیں جن کی تفصیل کتاب "بہشتی زیور مدلل" اردو یا انگریزی میں ہے۔ یاد رکھئے رضائے حق جو مقصودِ اعظم ہے اس کا خاص تعلق رضائے خلق سے بھی ہے۔ اور رضائے خلق یہی ہے کہ وہ تمہارے برتاؤ و حسنِ سلوک سے خوش رہیں۔
(معمولاتِ یومیہ)۔

غیر قوموں کی موجودہ ترقی کا اصل سبب جو باتیں ہیں وہ اُن کی ایسی صفتیں ہیں جو انھوں نے اسلام سے اور مسلمانوں کے گھر سے لے لی ہیں۔ افسوس جن کو آپ نے چھوڑ رکھا ہے اور وہ بین الاقوامی اسلامی تعلیمات یہ ہیں جو ترقی کا راز ہیں: جیسے منتظم ہونا، مستقل مزاج ہونا، وقت کا پابند ہونا، بُردبار ہونا، انجام سوچ کر کام کرنا صرف جوش سے کام نہ کرنا بلکہ ہوش سے کام لینا، آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا، رازداری

کا مادہ ہونا، وغیرہ۔ قرآنِ پاک میں مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ اُن کی ایک صفت کو بتلایا گیا ہے جواب کس کے پاس ہے؟ یعنی اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کہ جتنا آپ مسلمانوں کے ساتھ اپنے آپ کو نرم اور خوش اخلاق رکھیں گے اسی قدر غیروں کی نظر میں عزت ہوگی۔ لہٰذا اسلام اور ترقی ایک ہیں بشرطیکہ مسلمان اسلامی تعلیمات پر عمل کریں، شریعت کی کامل فرمانبرداری کریں اور ہر مسلمان کے لئے ہیچ و ذلیل بن جائیں جس میں ایثار، اتفاق، اتحاد، بُردباری، انتظام اور استقلال سب کچھ آگیا ہے — بس یہی اکسیری نسخہ ہے آپ کی ترقی کا۔ اور جس پر خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی ترقی کا ہے ؎

ہو جائے عطا عارفِ تشنہ جگر کو مَس کردۂ لب تیرا جو یہ جام ہے ساقی

کتاب "سائنس اور اسلام" میں لکھا ہے کہ غیر مسلم اہل سائنس اگر اسلامی دین کے معتقد ہو جائیں تو وہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اپنے خیال کے موافق اسلامی طرز پر بھی بیان کر سکتے ہیں اگرچہ وہ صرف بعض علماء ہی کے قول کے موافق ہو (اور جمہور علماء کے قول کے موافق نہ ہو) اور اتنا بھی ان کی نجات کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ سائنس کی ظنی دلیلوں کی وجہ سے جبکہ وہ قطعی نہ ہوں قرآن و حدیث (نصوصِ شرعیہ) میں تاویل جائز نہیں ورنہ دین کھیل ہو جائے گا۔ یہ کتاب تقریباً سو سال قبل لکھی گئی تھی اور اس میں یہ بھی ہے کہ اگر اہل سائنس اسلام قبول کرلیں اور اُن کے پاس طریقِ نشوو ارتقاء پر قطعی دلیل قائم ہو جائے (جو کہ آج تک نہ ہوئی) تو (اور صرف ایسا ہو جانے کے بعد) وہ نصوص کو طریقِ نشو پر منطبق کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس مقام کے بارے میں جہاں کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور جہاں کہ وہ مع اپنی بیوی حوا کے رہے، علماءِ اسلام میں سے بعض کے قول پر اعتماد کرلیں (اور موافق رہیں) جب بھی اسلامی دین سے خارج نہ ہوں گے۔ اب کوئی وجہ نہیں اور کوئی رُکاوٹ نہیں کہ سائنس داں اسلام نہ قبول کریں اگر آپ انھیں یہ باتیں اور اسلامی تعلیمات پہنچا دیں کیونکہ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جو سائنس اور عقل کے خلاف نہیں اور جس کی وجہ سے سائنس کی موجودہ ترقیاں ہوئیں۔ تبلیغ اور تبلیغ کے آداب سیکھنے کے لئے اور

شرافتِ نفس و شعورِ انسانیت پیدا کرنے کے لئے ضرورت ہے کسی ولیِ مُصلح کی صحبت اور تربیت کی۔ جھوٹوں سے بچنے کے لئے سچوں کی پہچان جاننا ضروری ہے۔ لہٰذا شیخِ کامل کے اندر پہلے یہ علامتیں اچھی طرح دیکھ بھال لیجئے پھر اصلاحی تعلق قائم کیجئے:

(۱) نرا جاہل نہ ہو بلکہ علمِ شریعت سے بقدرِ ضرورت واقف ہو۔ (۲) عقائد اخلاق و اعمال میں شرع کا پابند ہو۔ (۳) تارکِ دنیا و راغبِ آخرت ہو۔ ظاہری و باطنی طاعات پر مداومت رکھتا ہو۔ (۴) کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ بھی شعبہ دنیا ہے۔ (۵) بزرگوں کی صحبت اُٹھائی ہو۔ اُن سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔ کسی کا تربیت یافتہ ہو۔ (۶) لوگوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور احباب کی بُری باتوں سے روک ٹوک بھی کرتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔ (۷) جو لوگ اس سے بیعت ہیں ان میں اکثر کی حالت باعتبار اتباعِ شرع و قلتِ حرصِ دنیا کے اچھی ہو۔ (۸) اس زمانہ کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔ (۹) نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم دیندار لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوں۔ (۱۰) اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ میاں کی محبت میں ترقی و زیادتی محسوس ہو۔ (۱۱) خود بھی ذاکر و شاغل ہو۔ (۱۲) صالح اور ہوتا ہے مُصلح اور یعنی فنِ تصوف سے واقف ہو اور اُس میں مہارت رکھتا ہو تاکہ اصلاح کر سکے آپ کی۔ لہٰذا مُصلح ہونا ضروری ہے۔ نفع کے لئے مناسبت ضروری ہے اور پھر اپنے حالات و عیوب سے مطلع کریں اور تدابیر و علاج جو تجویز ہوں ان پر عمل کریں (شریعت و طریقت)۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور اپنے بندوں کو اس سے نفع بخشیں اور احقر کو ریا و سمعہ سے محفوظ رکھیں اور اس کی نیت کو شوائبِ نفسانی سے خالص رکھیں۔ دین پر استقامت عطا فرمائیں۔ ایمان پر خاتمہ دیں اور بے حساب کتاب محض اپنے فضل سے بخش دیں۔ آمین!

لگاتا ہاتھ نہ پُتلے کو بو البشر کے خدا | اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار
جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے | کرے ہیں اُمتی ہونے کا یا نبیؐ اقرار
ہوا اشارے میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر | کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار

الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج — وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو بار

(حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)

(مولانا) پروفیسر محمد عبداللہ پی۔ایچ ڈی
۱۶۔ نیو پارک کورٹ۔ برکسٹن ہل۔ لندن ایس۔ ڈبلیو ۲
ٹیلیفون نمبر ۰۱-۶۷۱-۰۸۴۴

Maulana Professor
MOHAMMAD ABDULLAH, Ph.D.
16 New Park Court (Top Co-op)
260 272 Brixton Hill Road
London SW2 1HS U.K.
(Tel no 01-671 0844)

قرآن و حدیث کی روشنی میں دینی تعلیمی و تبلیغی نصاب صحبتِ اہل اللہ اور تبلیغِ اسلام

از (مولانا) پروفیسر محمد عبداللہ پی۔ایچ۔ڈی۔ ۱۶ نیو پارک کورٹ۔ برکسٹن ہل۔ لندن ایس۔ ڈبلیو ۲ ٹیلیفون ۰۱۶۷۱۰۸۴۴

ہمارے محترم اور محبوب دینی بھائیوں اور بہنوں سے ہماری درخواست ہے کہ اِس اہم اور نہایت کارآمد و ضروری مضمون کو خود بھی بغور و فکر سمجھ کر پڑھیں اور دوسروں کو بھی توجہ دلائیں خصوصاً اپنی مسجد، اپنی سوسائٹی، اپنی ایسوسی ایشن، اپنی جماعت، اپنے ادارے اور اپنے علاقے کے بڑے لوگوں اور کارکنوں کو پڑھنے کے لئے اور عمل میں لانے کے لئے ضرور نقل عنایت کریں تاکہ ہماری انفرادی اور مجموعی زندگی میں جلد از جلد بہتر تغیر اور انقلاب پیدا ہو اور اسلام اور مسلمانوں کا یہاں بھی بول بالا ہو۔ مغربی دنیا کے سائنس، عقل اور مذہب کے اختلافات دُور ہوں اور زندگی کے ہر گوشہ، ہر حال میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مثالی نمونہ اور عملی قرآنی زندگی سے رہنمائی و ہدایت ہو۔ بلکہ اجازت ہے کہ اس کو آپ اپنی طرف سے چھپوا کر فریم کرا کے اپنے گھروں میں، مساجد میں، مدرسوں میں، لائبریریوں میں، دکانوں میں اور دوسری مناسب جگہوں پر لگوا دیں کہ صدقۂ جاریہ کا ثواب ملے اور زیادہ سے زیادہ لوگ پڑھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہمِ سلیم و توفیقِ اعمالِ صالحہ عطا فرما کر شریعت و طریقت کی صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھیں۔ آمین!

دل پر سے غفلت کا پردہ اُٹھانے کے طریقے

ہمارے بزرگوں نے دل پر سے پردہ اُٹھانے کے لئے جو دستورالعمل بتلایا ہے اس کے اجزاء یہ ہیں:

(۱) ایک تو کتابیں دیکھنا یا سُننا (جس کا بیان نصاب میں آتا ہے)۔ (۲) دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ (۳) تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر اُن کی خدمت میں آمدورفت نہ ہو سکے تو بجائے اُن کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات وملفوظات ہی کا مطالعہ کرو یا سُن لیا کرو۔ (۴) اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ تو اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے۔ اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت (۵) محاسبہ کے لئے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ: "اے نفس ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال ودولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے اور خدا تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا۔ اور اگر گناہ زیادہ ہوئے تو جہنّم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لئے کچھ سامان کر۔ یہ عُمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے۔ مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہوگی۔ پس ابھی زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے۔"

اصلاح کا آسان نُسخہ

جو کام جی میں آئے اوّل تو سوچو کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہو تو کرو اگر ناجائز ہو تو اوّل چھوڑنے کا قصد کرو۔ چھوڑنے میں اگر تکلیف قابل برداشت تو سہہ لو۔ اگر نہیں ہے تو رات کو ضرور دعاء استغفار اور نجات کی دعا کرو۔ دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر (یا بغیر اس کے ہی شروع کردو) اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ

سے کہو کہ اے اللہ میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں میں فرمانبرداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں سخت گنہگار ہوں۔ میں تو عاجز ہو رہا ہوں آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں۔ آپ ہی قوت دیجئے۔ میرے پاس کوئی نجات کا سامان نہیں۔ آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجئے۔ اے اللہ جو گناہ میں نے اب تک کئے ہوں انھیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آئندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ آئندہ پھر کروں گا لیکن پھر معاف کرا لوں گا —— غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار اور اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ آپ بھی آزمالیں کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا سامان ہوگا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی، شان میں بھی بٹہ نہ لگے گا، دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی اور اصلاح بھی شروع ہو جائے گی جو ابھی ذہن میں بھی نہیں۔

ترقی کا اصلی راز اور ترقی کے اسلامی اصول

اسلام اور ہمارے علماء و اولیاء سب نے ترقی کی تعلیم دی ہے جس کو غیر قوموں نے تو اپنا کر ترقی کر لی اور آپ نے بداعمالیوں سے تنزلی اختیار کر لی کیونکہ ترقی کے لئے یہ صفات و شرائط ہیں جو قرآن و حدیث میں ہیں :۔ (۱) منتظم ہونا۔ (۲) مستقل مزاج ہونا۔ (۳) وقت کا پابند ہونا۔ (۴) بردبار ہونا۔ (۵) انجام سوچ کر کام کرنا۔ (۶) صرف جوش سے کام نہ کرنا بلکہ ہوش سے کام لینا۔ (۷) آپس میں اتفاق و اتحاد کرنا۔ (۸) رازداری کا مادہ ہونا۔ یعنی شریعت کی کامل فرمانبرداری۔ مسلمانوں کو دوسروں میں عزت حاصل کرنے کا طریقہ قرآن شریف میں اُنکی ایک سنّت کو ارشاد فرمایا جس کو ہمیں پیدا کرنا ہے مسلمانوں کی ترقی کے لئے۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ یعنی مسلمان مسلمانوں میں نرم

اور کافروں پر غلبہ و عزت والے ہیں یعنی آپ پر فرض ہے کہ ہر مسلمان کے لئے ہیچ و ذلیل بن جائیں جس میں ایثار، اتفاق، اتحاد، بُردباری، انتظام و استقلال سب کچھ آگیا ہے اور ان پر خدا کا وعدہ بھی ہے مسلمانوں کی ترقی کا ؎

اللہ کی راہ اب بھی ہے کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ پہ چلنا چھوڑ دیا

ایک عام مسلمان کیلئے دینی تعلیمی اور تبلیغی نصاب

یہاں مقصود ہر مرد و عورت کو پورا عالم دین بنانا نہیں اور نہ وہ نصاب جو علمار پڑھتے ہیں اس کا ذکر کرنا ہے بلکہ صرف دین کا ضروری علم جو کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اُس کے سیکھنے کے لئے ایک مختصر مگر جامع نصابِ کتب پیش کرنا ہے جن سے فرائض و واجبات اور حرام یعنی اوامر و نواہی کا علم معلوم ہو اسلام کے پانچوں شعبوں میں جو کہ (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) معاشرت اور (۵) اخلاقیات وتزکیۂ نفس یعنی تصوّف ہیں۔ یہ ہے تعریف دین کے ضروری علم کی اور اس کا سیکھنا قیامت تک ہر زمانے میں ایک مسلمان پر فرض ہے اور اسی طرح اپنی اولاد کو سکھانا بھی اور اسی طرح دوسروں کو سکھلانا اور تبلیغ کرنا بھی۔ اوپر دئے ہوئے مقصد کے تحت ہمارے بزرگوں نے نصابِ شریعت و تصوّف بنایا اور اس کی تمام کتابیں مکتبۂ تھانوی، مسافر خانہ، بندر روڈ، کراچی ۱ سے اپنے لئے، اپنی مسجد کے لئے، اپنی پبلک لائبریری کے لئے اور دوسروں کو ہدیہ و تحفہ دینے کے لئے ضرور منگائیں جس کو اتنی بھی فرصت نہیں وہ اردو میں یہ کتابیں پڑھ لے۔ (۱) بہشتی زیور مدلّل (۲) اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۳) بصائرِ حکیم الامتؒ (۴) مآثرِ حکیم الامتؒ (۵) معمولاتِ یومیہ و مختصر نصاب اصلاحِ نفس۔ انشاء اللہ یہ بھی کافی ہو جائے گا۔ انگریزی زبان میں یہ کتابیں منگا کر پڑھیں اور بچوں کو ضرور پڑھائیں اور انگریز دوستوں کو بھی تحفہ میں دیں۔

English Bahishti Zewar (published by Dini Book Depot, 4160 Urdu Bazar, Delhi.
Answer to Modernism by Maulana Thanwi (published by Maktaba Darul Uloom, Karachi).

The Meaning of the Glorious Koran by M. M. Pickthall.
Prophecies of the Prophets & Christ and Christianity (Published by Maktaba-e-Darul Tasnif Ltd., Shahra Liaqat, Karachi-3, Pakistan).

میں ہر مسلمان بھائی بہن سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شہر میں ہر علاقہ میں اِن کتابوں کو ہر لائبریری میں منگوانے کی درخواستیں دیں اور فہرست و پتے دیں۔ ہمارے کتب فروش حضرات بھی انھیں اسٹاک میں رکھیں۔ اوپر لکھی ہوئی کتابوں سے دین کا ضروری علم آجائے گا۔ مگر چونکہ اسلام میں علم و عمل لازم و ملزوم ہیں اور غلبۂ ذکر کہ غفلت میں وقت کم گزرے اور دوامِ طاعت کہ نافرمانی بالکل نہ ہو ضروری ہیں اس لئے عملی نمونہ دیکھنے کی ضرورت ہوئی کہ عادۃ اللہ یہی ہے کہ بغیر صحبتِ اہل اللہ یہ بات پیدا ہی نہیں ہوتی۔ علماء بھی نصابِ تصوف کی کتابیں پڑھا کریں اور صحبتِ اہل اللہ کا اہتمام کریں کیونکہ جب تک معیاری نظر پیدا نہیں ہوتی اور زاویۂ نگاہ درست نہیں ہوتا کتاب کے الفاظ پڑھ لینے سے علم نہیں آتا فقط۔ بقول اکبر الہ آبادیؒ ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

صُحبتِ اہلُ اللہ

تمام امتیوں میں سب سے بڑا درجہ صحابہ رضؓ کا ہے اور صحابہ کو جو درجہ ملا وہ ہر شخص جانتا ہے کہ صحبت کی وجہ سے تھا۔ دنیا میں قیامت تک اولیاء اللہ رہیں گے اور یہ وارثانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تجربہ اس کا شاہد ہے کہ باطنی اصلاح اور تزکیۂ نفس جس کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے اس کا مدارِ اعظم عادۃ اللہ میں صحبت، خدمت، اطاعت و اصلاحی تعلق کسی ولیِ مصلح تربیت و اجازت یافتہ سے ہے اور جہاں صحبت اہل اللہ نہ میسر ہو تو تعلیم خط و کتابت سے کی جائے اور اولیاء کی حکایات،

حالات و ملفوظات کا مطالعہ قائم مقام صحبتِ ظاہری ہے۔ یہی راز ہے کہ کتاب و سنت میں بکثرت صحبتِ نیک کی ترغیب اور بُری صحبت سے پرہیز کی تعلیم ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث میں مقبولانِ الٰہی کے قصّے و حکایات جا بجا ملتی ہیں۔ آپ ایک تو مقصود و غایتِ طریق برابر نظر رکھیں کہ وہ رضائے حق ہے جس کا حصول محض دین کے تمام شعبوں میں ادائے حقوقِ واجبہ پر منحصر ہے۔ دوسرے معاملات و تعلقات میں اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہنچنے پائے اور یہی اہم بات شرافتِ نفس اور صحیح احساسِ انسانیت کی علامت ہے اور طریقت و تصوف کی غایت و حاصل ہے۔ چونکہ اصلاحِ نفس میں اصلاحِ بدن کو بڑا دخل ہے، اس لئے بقدرِ وسعت و بقدرِ ضرورت غذا و دوا کا اہتمام بھی عبادت و سنت ہے۔ تہذیبِ اخلاق اس لئے مقدم ہے کہ جب اخلاق درست ہوجاتے ہیں تو اعمال خود بخود درست ہوجاتے ہیں۔ طالب اور مرید کے اندر اہتمامِ دین اور فکرِ جائز و ناجائز پیدا کردینا ہی تو شیخ کی کرامتِ حقیقی اور مرشد کے صاحبِ فیض و برکت ہونے کی کھلی پہچان ہے اور اس کا اصلی فرضِ منصبی بھی یہی ہے۔ اس زمانے میں نہ تو پہلے سے ریاضات کراتے ہیں نہ مجاہدات، نہ ترکِ لذات، نہ ترکِ تعلقات و مباحات مگر یہ تاکید ہوتی ہے کہ خوب راحت و آرام سے رہو تاکہ دل میں خدا کی محبت پیدا ہو اور طبیعت میں نشاط رہے جو تمام عبادتوں میں معین ہے۔ البتہ خبردار معصیت و گناہ کے پاس نہ پھٹکو اور دیکھو نفس کی ہر وقت مرتے دم تک نگرانی رکھو، جذبات پر قابو رکھو اور ہمت سے کام لو اور ذکر و شغل بھی کرتے رہو، مگر بقدرِ تحمل و فرصت رہے کہ حد سے زیادہ قربانی و مجاہدے کے دھوکے میں نہ آجانا۔ بس انشاء اللہ مقصود ضرور حاصل ہوجائے گا، نہ ضرورت سے کم کھائیے نہ کم سوئیے مگر کم بولنا اور کم ملنا جلنا وہ صرف اس حد تک آج کل بھی ضروری ہے جس سے دل میں انقباض نہ پیدا ہو۔ یہ ہے اسلامی سلوک و مسنون تصوف۔ کسی طبیبِ باطن، پیر و مرشد سے اصلاحی تعلق پیدا کرنے سے پہلے اچھی طرح جانچ پڑتال کرلیں، دیکھ پرکھ لیں، آزمالیں اور تحقیق کرلیں کہ شیخ ہونے کی علامات ہیں کہ نہیں:- (۱) عالم ہو یا دین کا ضروری علم رکھتا ہو۔ (۲) عقائد، اخلاق و اعمال میں شرع کا پابند ہو۔ (۳)

تارکِ دنیا اور راغبِ آخرت ہو۔ (۴) کمال کا دعویٰ نہ کرتا ہو کہ یہ شعبۂ دنیا ہے۔ (۵) خود بھی بزرگوں کی صحبت اُٹھائی ہو اور تعلیم و تربیت کرائی ہو اور فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔ (۶) تعلیم و تلقین میں شفقت بھی ہو اور روک ٹوک بھی۔ (۷) جو لوگ اس سے بیعت ہیں ان میں سے اکثر کی حالت باعتبار اتباعِ شرع شریعت و قلتِ حرصِ دنیا کے اچھی ہو۔ (۸) اس زمانے کے منصف علماء و مشائخ اس کو اچھا سمجھتے ہوں۔ (۹) بہ نسبت عوام کے خواص یعنی فہیم و دیندار لوگ اسکی طرف زیادہ مائل ہوں۔ (۱۰) اس کی صحبت میں چند بار بیٹھنے سے آپ دیکھیں کہ دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ رسولؐ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہے۔ (۱۱) خود بھی ذاکر و شاغل ہو۔ (۱۲) شیخ کے لئے صالح ہونے کے ساتھ ساتھ مصلح ہونا بھی ضروری ہے یعنی فنِ تصوف پر علمی و حالی مہارت ہو، دوسروں کی اصلاح کر سکتا ہو۔ اس کے اتباع کی بدولت روز بروز نفع ہو اور حالت دُرست ہوتی جائے۔ اگر ایسا نہیں تو ہرگز مت پاس جائیے اور دھوکہ نہ کھائیے۔ اب میں اپنے شیخ کا پتہ دیتا ہوں اور کہتا ہوں۔ ؎

اک نظر تم مرا محبوبِ نظر تو دیکھو ... وہ تو وہ ہیں تمہیں ہو جائیگی اُلفت مجھ سے

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحب عارفی دامت فیوضہم و ظلہم العالی
بیت الاشرف ۵E۸ کمرشل ایریا۔ پاپوش نگر۔ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸۔ پاکستان
ٹیلیفون ۶۱۰۲۴۵ اور ۶۱۰۷۱۹

اسلام کی تبلیغ

امر بالمعروف و نہی عن المنکر یقیناً واجب ہے اور ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنے ماتحتوں کو امورِ خیر کا حکم کرے اور خلافِ شرع باتوں سے روکے زبان سے، قلم سے، تقریر سے، تحریر سے۔ مگر تبلیغِ عام یعنی وعظ کہنا یہ صرف علماء پر واجب ہے مگر باقی لوگوں کے ذمہ سارے ضروری انتظامات کرنے ہیں۔ یاد رکھئے کہ نصیحت کا قاعدہ یہ ہے کہ مصلح اور ناصح اپنے اوپر مشقت ڈالے مگر مخاطب کو آسان طریقہ سے بھلائیے۔ یعنی ابتدا میں تالیفِ قلب کرے اور آہستہ آہستہ آخر میں صفائی سے گفتگو کرے کہ بالآخر مسئلہ کو صاف

صاف بیان کردے۔ ہرگز کوئی بات گول مول نہ بیان کرے۔ شروع گفتگو میں ترغیب اعمالِ اخلاق کے پیرایہ میں دینی چاہیئے تاکہ آپ جس کو تبلیغ کر رہے ہیں اس کو ذرا بھی گرانی اور وحشت نہ ہو۔ ضروری ہے کہ آپ تبلیغ کے آداب و شرائط کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں ورنہ بجائے فائدے کے نقصان کا خطرہ ہے۔ مثلاً دین کا ضروری علم اوپر بتلائی ہوئی کتابیں پڑھ کر حاصل کرلیں تاکہ جس امر کی تبلیغ کرنی ہو شریعت کا پورا حکم معلوم ہو۔ تبلیغ کی بڑی شرط اخلاص ہے کہ محض خدا کے واسطے نصیحت کرے اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے نصیحت نہ کرے اور اس کا معیار یہ ہے کہ عین گفتگو کے وقت بھی آپ مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھیں۔ دوسروں کی نصیحت کے لئے شفقت شرط ہے۔ تبلیغ کرتے رہیں خواہ نتیجہ ابھی نکلے یا بعد میں یعنی جلد بازی نہ کریں۔ وعظ میں خطاب عام کریں مگر کسی کا خاص نام لے کر نصیحت نہ کریں۔ واعظ بے غرض ہو کہ ہدیہ نہ قبول کرے جس سے مخاطب پر اثر پڑے گا۔ کسی کی عام مجمع میں اصلاح نہ کریں بلکہ تنہائی میں نرمی سے بات کریں ورنہ اُلٹا بغض ہو جاتا ہے۔ کبھی آپ سختی و درشتی کا لہجہ نہ بنائیں بلکہ نرمی و شفقت سے تبلیغ کریں۔ اگر اس پر بھی مخالفت ہو تو تحمل کریں اور تحمل کی طاقت نہ ہو تو خطابِ خاص نہ کریں محض خطاب عام پر اکتفا کریں۔ نرمی سے کہیں اور تحقیر او رطعن کے طور پر نہ کہیں۔

اوپر بتلائی ہوئی شرائط کے ساتھ آپ بحیثیت ایک مسلمان کے یہاں غیر مسلموں کو دین کی دعوت کر سکتے ہیں اور ہر شہر میں نیچے دیئے ہوئے طریقے اور دستورالعمل پر غور کرنا اور عملی قدم اُٹھانا آپ کا اہم فریضہ ہے جس سے ہرگز کوتاہی نہ فرمائیں۔ ریڈیو پر پروگرام لیں۔ ٹیلی ویژن پر پروگرام لینے کی جدوجہد کریں۔ ہر ہفتہ یا ہر ماہ پبلک تقاریر کا سلسلہ رکھیں جس میں غیر مسلموں کو آنے کی دعوت دیں، اخباروں ورسالوں میں وقتاً فوقتاً مضامین لکھتے رہیں جن میں اسلامی عقائد، اسلام کی خوبیاں، اسلام پر اعتراضات کے جوابات، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارتیں توریت وانجیل سے اور اسی طرح کی دوسری ضروری (اور غیر اختلافی) باتیں بیان کریں۔ اور یہ سب معلومات دینی نصاب کی کتابوں میں مل جائیں گی۔ ضرورت ہے کہ ان تمام

کتابوں کو اپنی لائبریری میں جاکر آرڈر کریں اور منگوائیں۔ اپنے ساتھ جیبوں میں انگریزی میں اسلام کی پرچی LEAFLET (جو نیچے دی ہے) انھیں رکھا کریں اور جو شخص بھی متوجہ ہو یا بات کرے یا مناسب معلوم ہوتا ہو یا پاس بیٹھے تو مسکرا کر ایک پرچی ہدیہ دیدے کہ یہ آپ کے لئے تحفہ ہے۔ ساتھ ساتھ اپنے محلے اور دوسرے گھروں میں اور جہاں موقع ملے وہاں روزانہ یا ہر ہفتہ پابندی سے انگریزوں، ویسٹ انڈین اور دوسرے لوگوں کے مکانات میں پرچیاں ڈال دیا کریں۔ اور کوئی ملے یا بات کرے تو اسے نرمی سے دعوت دیں۔ اپنے اجتماع میں عمدہ قاریوں کے ٹیپ یا ریکارڈ سنایا کریں کیونکہ اس کا دل پر گہرا اثر پڑتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے اور بعد میں ترجمہ بھی سنا دیں تاکہ مفہوم بھی سمجھ میں آئے۔

دینی امور میں مشورہ لینے کے لئے، وعظ و نصیحت کے لئے، دین میں شک و شبہ، تردد یا وسوسہ دور کرانے کے لئے، تبلیغ کے طریقے سیکھنے کے لئے، ذکر اللہ پوچھنے کے لئے اور اللہ رسولؐ کی باتیں سننے کے لئے اُوپر دیئے ہوئے پتے اور فون ۔ ۴۴۸۱۰۷۶-۰۱ پر رجوع کریں۔ جوابی لفافہ مع ٹکٹ ارسال کریں۔

نظریۂ ڈاروِن اور اُس کی اِصلاح

یعنی انسان بندر کی اولاد نہیں ہے

از مولانا پروفیسر محمد عبداللہ پی۔ایچ۔ڈی۔ ۱۶ نیو پارک کورٹ۔ برکسٹن ہل۔ لندن ایس۔ ڈبلیو نمبر ۲
ٹیلیفون نمبر: (Tel no 01.671 0844)

مشہور سائنسداں ڈاروِن اور اس کے ماننے والوں کا یہ کہنا صحیح ہے کہ انسان اور بندروں کے اجسام اور افعال میں بہت مشابہت ہے لیکن یہ دعویٰ بلا دلیل ہے کہ اس مشابہت کی وجہ یقیناً دونوں کا ابتدا میں ایک ہی باپ کی اولاد ہونا ہے۔ یہ سائنس کی حقیقت ہے کہ مشابہت ہمیشہ ایک ہی باپ کی اولاد ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ کبھی ایک ہی طرح کے ماحول میں رہنے سے بھی ہوتی ہے اور کبھی ملتے جلتے رہنے سہنے کے طریقوں اور عادات و اطوار سے بھی ہوتی ہے جنہیں CONVERGENCE کہتے ہیں سائنس کی بولی میں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ابتدائی انسان آج کل کے محلوں میں نہیں رہتے تھے بلکہ درختوں اور غاروں میں گذارا کرتے تھے اور اسی طرح کے پھل کھانے کھاتے تھے جس طرح کے آجکل کے بندر کھاتے ہیں۔ یہ ہمارا موجودہ کھانا گوشت، چپاتی، پلاؤ سب بعد کی ایجادیں ہیں یعنی COMMON MODE OF LIFE تھا۔ انسانوں اور بندروں میں اور اس طرح کی زندگی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ملتے جلتے مشابہت رکھنے والے اعضاء اور اُن کے افعال رکھے کہ زندگی کا مقتضا ہی یہی تھا۔ اس مشابہت میں بڑی حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بندروں پر تجربہ کر کے بہ آسانی انسانی صحت کے لئے مطلوب دوائیں پتہ لگائی جاسکیں۔ لیکن یہ مشابہت ہرگز پوری مشابہت نہیں بلکہ بلاشبہ بنیادی اور نمایاں فرق بھی ہیں جو اس بات کی مزید دلیل ہیں کہ انسان بندر کی اولاد نہیں ہوسکتا۔ اور وہ انسان کا مقام ROLE ہے کائناتِ عالم میں

کہ صرف انسان ہی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے جو باذنِ الٰہی ساری کائنات کو مسخر کرسکتا ہے اور جس کی زندگی کا ہر ہر شعبہ اور ہر ہر حال اسی بڑی خلافت و نیابت و امانت کی طرف نشاندہی کرتا ہے اور جس کی ہوا بھی بندروں کو یا کسی اور مخلوق کو نہیں لگی۔ اس حقیقت کی وضاحت آگے چل کر بھی ہوگی۔ انشاء اللہ۔ بقول شیخ عارفی مدظلہ ؎

میرا مقامِ نازِ محبت۔ نہ پاسکے ہر چند جستجو میں ہر راز داں رہے
مسجد ہو بُت کدہ ہو کہ میخانہ عارفی رُوحِ رواں ہی بنکے رہے ہم جہاں رہے

موجودہ عیسائی پادریوں اور ڈارون میں یہ بات مشترک ہے کہ دونوں انسان اور جانوروں میں کوئی فرق نہیں کرتے بلکہ برابر سے ایک کہتا ہے کہ سبھوں کے آباو اجداد ایک تھے اور انسان کی تخلیق خصوصی نہیں ہوئی اور پادری حضرات ان کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ نہ صرف انسان بلکہ ہر جاندار، ہر نوع، ہر جنس کی تخلیق علیحدہ اور الگ الگ انسان کی طرح ہوئی ہے اور ڈارون اور اس کے ساتھیوں کی ہر بات غلط ہے۔ میرے نزدیک انسانوں میں اور باقی حیوانوں میں فرق ہے اور سبھوں کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا یقیناً عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل (قرآن و حدیث) کے بھی' جیسا کہ آگے آتا ہے ؎

میں اپنے رازِ عشق کا محرم بناتو لوں میرا سا ظرفِ دل بھی تو پیدا کرے کوئی
اُنھیں اے عارفی دیکھا ہے میں نے بہت ہٹ کر جو' بات نظر سے

اسکول' کالج' یونیورسٹی ہر سطح پر، ہر ملک میں، ہر زبان میں آجکل ڈارون کا نشو وارتقاء EVOLUTION پڑھایا جاتا ہے جس سے اللہ کے بندے آخرت کا انکار کرنے لگتے ہیں یا انسان کو بندر کی اولاد مان کر قرآن و حدیث کا انکار کرنے لگتے ہیں' یا مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کرنے لگتے ہیں، اس لئے احقر نے ۲۵ سال سے زائد امریکہ، کناڈا، جرمنی و انگلینڈ میں ارتقاء پر تحقیقات لی ہیں اور سو سے زائد تحقیقی مضامین و کتابیں بحمداللہ چھپ چکی ہیں اور اب اپنے محترم اور محبوب دینی بھائیوں اور بہنوں کی خدمت میں اہلِ سنت والجماعت کے عقیدوں کے مطابق سائنس دانوں کی سچ باتوں کو اور غلط باتوں کو الگ الگ صاف صاف

لکھتا ہوں تاکہ غلط فہمیاں نہ رہیں۔ سائنس کا جائز جائز ہے اور ناجائز ناجائز ہے۔ سائنس بذاتِ خود نہ تو شرافت، اخلاق اور نیکی کی تعلیم دیتی ہے اور نہ ہی منع کرتی ہے یہ صرف سائنس داں کا نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ پر منحصر ہوتا ہے۔ چاہے اللہ تک پہنچنے اور ذکرِ قلبی کا ذریعہ بنائے چاہے کفر اور غفلت کا۔ سائنس کا دائرہ محدود ہے مبدا اور معاد کے بارے میں سائنس کوئی قطعی بات اور پایۂ ثبوت تک پہنچ سکنے والی تعلیم پیش کرنے سے قاصر ہے اور اس موضوع پر جب بھی کبھی کسی سائنس داں نے زبان کھولی ہے تو اس بات کا یقین رکھتے ہوئے کہ ظنی بات ہے قطعی نہیں، غلط ہو سکتی ہے اور سائنس داں اپنی غلطی جان جانے کے بعد اسے اپنی تعریف جانتا ہے کہ غلطی تسلیم کرلے اور صحیح رائے اختیار کرلے۔ تعصب، غلو اور تشدد اسلام کے بھی خلاف ہے اور سائنس کے بھی۔ حضرت مجدد اشرف علی تھانویؒ فرماتے تھے کہ ہر دنیا کا کام جو کہ شریعت کے خلاف نہ ہو مسلمان کے حق میں دین ہے۔ علم ایک مسلمان کے لئے نور ہے جس سے معرفت، خوف و خشیت پیدا ہوتی ہے۔ علم تو اصل میں وہی ہے جو عمل میں آکر زندگی میں بہتر تغیر پیدا کردے۔ وہبی علم وہ ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حاصل ہو۔ جیسے علومِ قرآن و حدیث جو کہ قطعی بھی ہے۔ عقلی علم وہ ہے جو عقلِ سلیم سے سمجھ میں آجائے۔ جیسے سائنس کے علوم جو بعض قطعی ہیں اور بعض ظنی یعنی SPECULATIVE یہ آج تک نہیں ہوا کہ عقلی قطعی علومِ سائنس کبھی وہبی قطعی علومِ قرآن و حدیث کے خلاف ثابت ہوئے ہوں بلکہ ہمیشہ تائید اور نصرت ہوتی رہی ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ ظنی علومِ سائنس کے بارے میں خود سائنس داں ہی کسی وقت اور کسی دور میں رائے بدل دیں یا انھیں سائنس سے نکال دیں یا اُن کی جگہ کوئی دوسری بات تحقیق سے بدل کر پیش کریں اور اس طرح کی باتیں اگر کبھی قرآن و حدیث کے خلاف نظر آتی ہیں تو اس کی وجہ بھی آپ کی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ وہ قطعی نہیں ہیں بلکہ ظنی ہیں۔ اور ظنی علم کے مقابلہ میں قطعی علم کو قبول کرنا عین عقل کے مطابق ہے۔ اب جانیے کہ قرآن شریف [illegible]

سب سے بڑا اور زندہ معجزہ ہے۔ الفاظ کے لحاظ سے بھی، معنی کے لحاظ سے بھی، تغیر سے محفوظ رہنے کے لحاظ سے بھی، حفظ ہو جانے کے لحاظ سے بھی، اس جیسی ایک آیت بھی لانے کا رہتی دنیا کو CHALLENGE ہے جو سائنس دانوں کو بھی ہے۔ وغیرہ۔ اور یہ قطعی وہبی علوم اکثر سائنس دانوں نے نہ تو کبھی پڑھا ہے، نہ صحیح یعنی مسلمانوں کی کتابوں میں دیکھا ہے، نہ سمجھتے ہیں، (بلکہ موجودہ بائبل کی طرح غلط تصور کر کے رد کر دیتے ہیں) ورنہ اگر ڈارون اور اس کے ماننے والے قرآن کریم کے معجزے پر تفکر و تدبر سے کام لیتے تو یقیناً ان کی رائے مختلف ہوتی اور وہ نظریہ پیش کرتے جو قرآن کے مطابق ہوتا اور ہرگز خلاف نہ ہوتا، جو کہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ رائے ان تمام علوم پر مبنی ہے جو سائنس دانوں کو عام طور پر معلوم ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ قرآن شریف پر بھی نظر رکھی گئی ہے جو غلطی سے سائنس دانوں نے ماضی اور حال میں نظر انداز کر دیئے مگر عقل کہتی ہے کہ یہ غلطی اب مستقبل میں شاید نہ ہونے پائے۔

قرآن شریف جس اللہ کا کلام ہے وہ مع تمام صفات کے ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ ترتیب مخلوقات کی اس طرح ہوئی کہ صانع کا ظہور پہلے عالم ارواح و عالم مثال (یعنی ملکوت) پھر عالم اجسام (یعنی ناسوت، تمام نباتات و حیوانات) سے پھر سب سے آخر میں عالم انسان سے ہوا جس کو صوفیا کی اصطلاح میں مرتبہ جامعہ کہتے ہیں۔ یہ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے، جسے نیابت ملی ہے اور جو امانت کا متحمل ہے۔ قرآن کو نہ پڑھنے کی وجہ سے یہ دہریئے کہتے ہیں کہ زندگی (LIFE) صرف ایک بار کسی طرح سادہ (SIMPLE) طور پر بن گئی آپ ہی آپ جسے .... (MONOPHYLETIC EVOLUTION OF LIFE) کہتے ہیں اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ترقی کرتے کرتے ان کی اولادوں میں نباتات، حیوانات بنتے چلے گئے اور سب سے آخری جانور انسان ہے جس کے اجداد ANCESTORS اور موجودہ بندروں کے اجداد ایک ہی تھے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ موت کے بعد پھر زندگی نہیں۔ مگر جب ایک بار ممکن ہے تو دوبارہ کیوں ممکن نہیں۔ اس کا بھی کوئی جواب نہیں۔

سائنس دانوں نے زندگی کی پہچان یا علامات بہت سی بتائی ہیں جو کتابوں میں لکھی ہیں، لیکن زندگی کی حقیقت کا آج تک پتہ نہ لگا سکے۔ رُوح کیا ہے؟ یہ نہیں جانتے البتہ اس کا بھی انکار نہیں کر سکتے جو مشاہدے سے تعلق رکھتا ہے کہ مرتے وقت انسان کے جسم سے ضرور کوئی چیز نکلتی ہے۔ جس کے پہلے زندگی تھی اور بعد میں موت کا حکم ہے۔ جسے انسان کہتے ہیں ہم مسلمان سائنس داں وہ فقط جسمِ انسانی کا نام نہیں بلکہ اس کی روح کو کہتے ہیں۔ یہ جو میں بول رہا ہوں تو یہ روح بول رہی ہے کیونکہ زبان روح نکلنے اور مرنے کے بعد نہیں بولتی۔ انسان کے اندر انسان کی روح ہوتی ہے اور جانور کے اندر جانور کی روح ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ کتا یا بلی سامنے ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ان کے اندر انسان کی روح ہے۔ ہر جاندار میں روح ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم میں زندگی رہتی ہے۔ ہر جسم اپنی روح سے مناسبت رکھتا ہے ورنہ زندگی کا تعلق نہ رہے۔ ہر واحد جاندار شے INDIVIDUAL کی رُوح جداگانہ ہے۔ جو بھی دستورافزائش نسل کا کسی جانور یا نبات میں پایا جائے۔ جب کبھی روح کا تعلق، جس وقت بھی آئندہ نسل کے جسم سے ثابت ہو جائے، جسم میں زندگی کے آثار ظاہر ہو جائیں گے۔ اور روح کے تعلق کو جسم سے منقطع ہو جانے کا نام (ظاہری) موت ہے۔ جسم روح کے بغیر مُردہ ہے۔ روحانی ترقی جسم کے بغیر نہیں ہو سکتی کیونکہ عمل کیسے ہوگا۔ عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاقیات وعقائد کے لئے قلب واعضاء کی ضرورت ہے۔ روح مرد میں بھی ہے، عورت میں بھی، بچوں میں بھی، جانوروں میں بھی، نباتات میں بھی، مسلمانوں میں بھی، کافروں میں بھی۔ ہر زندہ چیز میں زندگی روح سے ہے۔ روح کی حقیقت سائنس نہیں پتہ لگا سکتی اس لئے کہ اس کا دائرہ محدود ہے۔ اور اس لئے کہ قرآن شریف میں اس بارے میں انسانی علم محدود کہا گیا ہے اور قلیل۔ کوئی سائنس داں یا غیر سائنس داں ناک رگڑ کر مر جائے مگر قرآن شریف کے معجزے کو نہیں توڑ سکتا۔ بقول شیخ محمد احمد مدظلہٗ ؎

وہ قرآں آخری پیغام ہے جو ربِّ عزت کا　　مبارک ہو مبارک قدر اسکی جس نے پہچانی

وہ قرآں جو غذا بھی ہے شفا بھی ہے دوا بھی ہے   وہ قرآں جس سے طے ہوتے ہیں سب درجاتِ روحانی

سائنس کے حقائق FACTS پر تفکر و تدبر کے بعد قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے بزرگوں کی صحبت اور اُن کی جوتیوں کی برکت سے میری ذاتی تحقیق ذیل میں درج ہے ؎

معجزہ سرورِ عالمؐ کا عیاں ہے شاید   دل و جاں پر نظرِ پیرِ مغاں ہے شاید

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے   مجھے خود کر دیا رُوح المعانی

(۱) سب سے پہلے یہ کہنا کہ زندگی صرف ایک بار پیدا ہوئی ہے دوبارہ نہیں ہو سکتی یعنی POLYPHYLETIC EVOLUTION بالکل بے بنیاد غلط اور غیر معقول بات ہے۔ جب ایک بار پیدا ہو سکتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوبارہ نہ ہو؟ کس بنیاد پر یہ فیصلہ کر سکتے ہیں قطعی طور پر؟ مجھے اس بات کا یقین ہو چلا ہے کہ POLYPHYLETIC ORIGIN AND EVOLUTION OF LIFE ہوا ہے یعنی زندگی کا وجود کئی بار مختلف مخلوقات کے لئے جداگانہ ہوا ہے اور یہ کہنا کہ ایسا سائنس کی رُو سے محال ہے لغو ہے۔ مخلوقات کو عدم سے وجود میں لانے والا قادرِ مطلق اس بات پر یقیناً قادر ہے کہ جب چاہے، جس طرح چاہے، جس صورت و شکل میں چاہے زندگی کا وجود (ORIGIN OF LIFE) کر دے۔ اور ہمیں تمام مخلوقات کا علم بھی نہیں۔ سائنس عادۃُ اللہ اور قدرت کے قوانین کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہے مگر خرقِ عادت، معجزہ اور کرامت MIRACLES سائنس کی حد سے باہر ہیں، ورنہ معجزہ کیوں کہتے؟

(۲) ایک مخلوق نور سے بنی ہے، بے جنس SEXLESS ہیں، بال بچے اولاد و فسادی نہیں ہوتی NO GENEOLOGY اصل سب کی ایک ہے یا SPECIES سب کی ایک ہے کہ نور سے بنے ہیں اور مرنے سے پہلے ہم کو آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ غیر مکلف ہیں یعنی اختیار ہی نہیں کہ فرشتے کفر و گناہ کریں۔ اُن کی غذا اللہ کی تسبیح و تہلیل اور احکام کی بجا آوری ہے۔ مشہور فرشتے جبرئیلؑ اسرافیلؑ میکائیلؑ اور ملک الموت ہیں۔ یہ فرشتے (ANGELS) ترتیب CLASSIFICATION

KINGDOM میں نہ تو نباتات ہیں، نہ حیوانات، نہ انسان، نہ جن بلکہ انکی حکومت ہی جداگانہ ہے اور سائنس کی حد سے باہر ہے۔ جس کا جی چاہے مقابلہ و موازنہ کرکے دیکھ لے قرآن کریم اور موجودہ بائبل کے نظریات کا خواہ وہ اللہ کے بارے میں ہو، یا رسالت یا قیامت یا آخرت یا نجات یا فرشتے کے بارے میں۔ زمین آسمان کا فرق نظر آئے گا اور اسلام کی حقانیت واضح ہوجائے گی۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ڈارون اور اس کے ماننے والوں نے قرآن اور اسلام کو جانچ پرکھ کر نہ دیکھا۔ ورنہ شاید وہی بات کہتے جو میں کہہ رہا ہوں۔ ان لوگوں نے بائبل مغربی ممالک میں پڑھ کر رد کر دیا اور پھر مذہب کے نام سے ہی بھاگنے لگے۔ مسلمان سائنس داں فرشتوں کو اس لئے مانتے ہیں کہ قرآن مجید میں لکھا ہے اور قرآن کی حقانیت و اعجاز کے آگے ساری دنیا جس میں سائنس داں بھی شامل ہیں، مات کھا چکے ہیں۔ بقول شیخ محمد احمد مدظلہٗ ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے
میں برا ہزار سہی مگر ہے کرم یہ تیرے مری نظر
تو کریم ہے تو رحیم ہے مجھے ناز اس پہ ضرور ہے
تری یاد دل کی مرے غذا ترا نام روح کی ہے شفا
ترا بھولنا مری موت ہے ترا ذکر حاصل طور ہے

(۳) ایک مخلوق نار سے بنی ہے، انسان کی طرح مکلف ہے جنس SEX ہے، اولادیں ہوتی ہیں۔ اصل تمام کی ایک ہے یعنی SAME SPECIES آنکھوں سے عموماً نظر نہیں آتے، مگر اللہ نے اختیار دیا ہے انسان یا جانور کی شکل میں ظاہر ہوسکنے اور پھر نظروں سے غائب ہوجانے کا۔ مشہور کافر شیطان ابلیس SATAN اسی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ان میں انبیاء نہیں ہوئے۔ مگر انسانی انبیاء پر ایمان لانا، ان کا اتباع کرنا اور مسلمان ہونے کا حکم اور اختیار رکھا ہے۔ انھیں جنات JINN کہتے ہیں۔ انگریزی اور بائبل میں DEVILS کچھ اسی معنی میں کہا جاتا ہے مگر خوب یاد رکھئے کہ قرآن اور بائبل کے نظریات میں یہاں بھی کافی اختلاف ہے۔ جنات مسلمان اور کافر دونوں طرح کے ہیں۔ کافر جنات شیاطین ہیں جو کہ انسان کے کھلے دشمن ہیں اور گمراہی میں ڈالنے کی کوششیں قیامت تک کرتے رہیں گے۔ اس میں مصلحتیں ہیں،

امتحان ہے کہ کون اللہ کا بندہ حق پر قائم رہتا ہے اور کون جھوٹا ہے کہ نفس کا اتباع کرتا ہے۔ شیطان کو بھی اس کے نفس نے تباہ کیا اور انسان کیلئے بھی اس کا نفس شیطان سے بھی شدید دشمن ہے۔ خلاصہ یہ کہ ترتیب CLASSIFICATION میں جنات کی حکومت KINGDOM جدا ہے اور سارے جنات ایک ہی نوع SPECILS سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی سائنس کی حد سے باہر ہے۔ ہم انھیں اسلئے مانتے ہیں کہ قرآن کہتا ہے۔ اور قرآن کے معجزہ ہونے سے کبھی بھی کوئی سائنس داں انکار نہیں کرسکے گا۔ جس کا جی چاہے آزمالے ؎

دل پہ اِک تازہ چوٹ کھائی ہے جب بھی ہم ان کے دَر سے گزرے ہیں

(شیخ عارفی مدظلہٗ)

(۴) عالمِ نباتات و حیوانات PLANT AND ANIMAL KINGDOM

یہ سائنس اور بائیولوجی BIOLOGY سے متعلق ہیں۔ یہ غیر مکلف مخلوق ہیں (کیونکہ انسان میرے نزدیک عالمِ حیوانات کا رُکن نہیں کیونکہ دونوں کے آبا واجداد ANCESTORS ایک نہیں ہوسکتے جس کی تفصیل آگے ہے)۔ ان میں بھی ہر زندہ شے میں INDIVIDUAL میں روح ہے لیکن سائنس صرف جسم سے تعلق رکھتی ہے اور رُوح کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کرچکا ہوں۔ سائنس صرف عالمِ اجسام پر ریسرچ کا نام ہے۔ ان تمام غیر مکلف مخلوق کا ظہور .... ORIGIN اسی دنیا میں اپنے اپنے وقت پر ہوا ہے (انسان کے جدِ امجد آدم و حوا کی طرح جنت میں نہیں بنائے گئے نہ فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا نہ پھر دنیا میں اُتارے گئے)۔ جنت میں جو حُوریں ہیں یا دوزخ میں جو سانپ بچھو ہیں وہ دنیا میں نہیں اُتارے گئے اور دنیا کی مخلوقات سے مختلف ہیں۔ خرقِ عادت معجزہ اور کرامت کے طور پر یہ ثابت اور ممکن ہے کہ دنیا میں کوئی نبات یا کوئی حیوان بغیر والد والدہ یا والدین کے ظہور میں آجائے جیسا کہ انبیاء کے معجزات قرآن شریف میں آئے ہیں لیکن یہ عادت اللہ نہیں ہے بلکہ خرقِ عادت۔ اس لئے سائنس نہ تو اثبات کرسکتی ہے اور نہ انکار۔ البتہ عادت اللہ اور قوانینِ قدرت جو سائنس داں پتہ

لگاتے ہیں یا لگا سکتے ہیں وہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ نباتات اور حیوانات میں وقت کے لحاظ سے تبدیلیاں ارتقا EVOLUTION ہوا ہے اذنِ الٰہی سے اور مختلف قسمیں

SPECIES, GENERA, TRIBES, FAMILIES, ORDERS, CLASSES, PHYLA

وغیرہ جن کو ہم سائنس کے ذریعہ پہچانتے ہیں یہ سب ظہور میں آتی رہی ہیں، اپنے اپنے مقررہ وقت پر تقدیر کے مطابق اور عادت اللہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ عالمِ اجسام میں وقت کے ساتھ تبدیلی ہوتی ہے، مناسب حالات اور ماحول میں مختلف زمانوں میں مختلف نباتات اور حیوانات پائے گئے ہیں، نر اور مادہ کے ملنے سے ہی عموماً نسل چلتی ہے، اولاد PROGENY میں اجداد ANCESTORS سے اختلاف صورت و شکل اور عادتوں میں ہو جاتا ہے جسے VARIATIONS کہتے ہیں۔ باوجود موجودہ اختلافات کے تمام موجودہ جانوروں اور نباتات کا اور گذشتہ کا شجرۂ نسب بظاہر ایک ہی معلوم ہوتا ہے۔ ان کی ارواح مختلف ہیں اور اپنے اپنے جسم کے ہی مناسب ہر روح ہے، لیکن اجسام میں دنیا کے اندر آکر ظہور ہونے کا سلسلہ (سوائے چند مستثنیٰ واقعات کے جو معجزہ تھے بعض انبیاء کے اور وقتی تھے جو خاص طور پر خاص مقصد سے باذنِ الٰہی دکھلائے گئے تھے) ایک ہی معلوم ہوتا ہے یعنی مثلاً علاوہ اُس گابھن اُونٹنی کے جو پہاڑ سے نکالی گئی یا اُن طیور کے جو عیسیٰؑ نے پہلے مٹی کے بنائے تھے وغیرہ۔ جو قرآن شریف میں معجزات ہیں، عام طور پر عادۃ اللہ یہی معلوم ہوتی ہے جو سائنس کی تحقیق بھی ہے کہ تمام نباتات و حیوانات عالمِ اجسام میں اصل کے اعتبار سے ایک ہی ہیں جسے . . . .

MONOPHYLETIC EVOLUTION بھی کہتے ہیں۔ یہ اصول اور قاعدے ڈارون اور اس کے ماننے والوں نے عالمِ اجسام کے بارے میں تحقیقات سے پتہ لگائے اور عالمِ حیوانات اور نباتات میں ترتیب CLASSIFICATION وہی معتبر اور واقعہ کے مطابق معلوم ہوتی ہے جسے PHYLOGENETIC SYSTEMATICS کہتے ہیں اور جو یقیناً نہ تو قرآن شریف کے خلاف ہے، نہ اسلام کے خلاف ہے اور نہ کسی طرح دین کی مخالفت کہی جا سکتی ہے جیسا کہ ناواقف حضرات بھی بغیر سمجھے بوجھے

اور عیسائی پادریوں کی ہمنوائی میں کہہ دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قرآن شریف نہ سیکھنے کی وجہ سے ڈاروِن اور اس کے ماننے والوں نے عالمِ ارواح کا انکار کر دیا۔ عالمِ اجسام میں انسان کو بھی حیوانات میں شریک کر دیا، معجزاتِ قرآن کا بالکل انکار کر دیا جبکہ عادۃ اللہ کے قوانینِ تخلیق کے بارے میں جو بیان کئے وہ عقل اور نقل کے مطابق ہیں۔ اور یہ بات بھی قرآن شریف کا معجزہ ہے کہ سائنس کے حقائق FACTS قرآن کی حقانیت کو ثابت کرتے ہیں۔ جس بات کو ڈاروِن قدرت NATURE کہتا ہے وہی قدرتِ الٰہی ہے ایک مسلمان کے نقطۂ نظر میں اور زاویۂ نگاہ درست کرنے کے بعد۔ یہ اختلافات لفظی ہیں، معنوی نہیں۔ ظاہری ہیں حقیقی نہیں۔ ابھی تو ہیں مگر مستقبل میں انشاءاللہ جلد ختم ہو جائیں گے جب یہ تمام سائنس داں یا ان کے جانشین کلمہ گو مسلمان ہونگے، جن کے سینے میں قرآن دھڑکتا ہوگا۔ بقول شیخ عارفی مدظلہ؂

جب کبھی وہ ادھر سے گذرے ہیں   کتنے عالم نظر سے گذرے ہیں
بس گئی ہے فضا میں نکہتِ حسن   وہ جہاں بھی جدھر سے گذرے ہیں

(۵) عالمِ انسان HUMAN KINGDOM یہ مکلف ہے اشرف المخلوقات ہے، خلیفۃ اللہ فی الارض ہے، مسجود الملائکہ ہے، بارِ امانتِ الٰہی کا متحمل ہے نیابت ملی ہے، اس میں انبیاء ہوئے جنھیں وحی اور کتاب الٰہی ملی اور عالمِ اجسام میں ان کے جدِ امجد ANCESTORS آدمؑ دنیا میں نہیں بلکہ جنت میں پیدا کئے گئے اور وہاں سے مع حوا دنیا میں آئے اور موجودہ سارے انسان انہیں کی اولاد ہیں۔ لہٰذا صرف ایک نوع ہے SPECIES اور ایک ہی جنس ORDER، FAMILY، GENUS CLASS - PHYLUM ہوتے اس KINGDOM میں۔ ہم کو یہ باتیں یقین کے ساتھ قرآنِ حکیم میں تفکر و تدبر سے معلوم ہوئیں اور چونکہ قرآن زندہ معجزہ ہے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کوئی بھی آج تک اسے توڑ نہ سکا اس لئے اس کو ماننا عقل اور نقل دونوں کے عین مطابق ہے۔ سائنس داں صحیح کہتے ہیں کہ انسان میں اور بندروں میں بہت مشابہت ہے جسمانی مگر قرآن کی روشنی میں صرف یہ نتیجہ نکالا

جاسکتا ہے کہ یہ CONVERGENCE میں POLYPHYLETIC کا نتیجہ ہیں۔
COMMON ANALOGOUS ہیں یعنی HOMOLOGOUS نہیں بلکہ
COMMON MODE OF LIFE کی وجہ سے نہیں بلکہ ANCESTORY کی
بنا پر ہیں، اور ایسا ہونا یقیناً سائنس کی رُو سے ممکن بھی ہے۔ لہٰذا یہ بات میری
خلافِ عقل بھی نہیں۔ پس دنیا میں زندہ رہنے کے لئے، عالمِ اجسام میں روح کی ترقی
کے لئے بذریعۂ عمل جسم کے اعضاء کے لئے مناسب شکل و صورت اور بناوٹ انسان
کے لئے وہی تجویز فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے جو ہمارے لئے ہمارے حسب حال ہے۔
قرآن کہتا ہے کہ بہترین تقویم میں انسان بنایا گیا ہے۔ آج تک صرف دو نظریات دنیا
میں پیش ہوئے۔ ایک تو ڈارون اور اس کے ماننے والوں کا کہ انسان میں اور جانوروں
میں ایسا کوئی فرق یا امتیاز نظر نہیں آتا جو نشاندہی کرے کہ دونوں کے اجداد
ANCESTORS ایک نہ ہوں لہٰذا اس نے عیسائی مذہب جس کو وہ جانتا تھا رد
کردیا اور اس کو ہم بھی اسی طرح رد کرتے ہیں مگر بیچارہ قرآن کے علوم سے ناواقف تھا۔
اس وقت انگلینڈ میں مسلمانوں کے علماء نہ تھے، مسلمانوں کی لکھی ہوئی معتبر و مستند
کتابیں اسلام پر انگریزی میں نہ ہونے کے برابر تھیں اور اسلام کے بارے میں پادریوں
نے بہت غلط اور جھوٹی باتیں پھیلادی تھیں کہ آدمی شروع سے ہی بھڑک جائے۔
الحمد للہ ہم لوگ اب دعوت و تبلیغ کا صحیح کام اور سچی اسلامی تعلیمات مغرب میں
پیش کر رہے ہیں جس کا بڑا نفع ہوگا انشاء اللہ۔ ڈارون کے برعکس عیسائی پادریوں
کا نظریہ ہے کہ ڈارون اور اس کے ساتھیوں کی بات نہ صرف انسان کے بارے میں غلط
ہے بلکہ عالمِ اجسام میں حیوانات اور نباتات کے بارے میں بھی غلط ہے۔ آپ دیکھیں گے
کہ یہ دونوں نظریات انسان اور جانوروں میں فرق نہیں کرتے اور ایک ہی طرح کا
معاملہ کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے نزدیک خدا بھی آدمی کی شکل اختیار کرلیتا ہے لہٰذا ان
کی تعلیمات میں ANTHROPOMORPHISM اور ایسی ہی متضاد باتیں پائی جاتی ہیں
جس کا سائنس دانوں کو قبول کرنا عقلاً محال نظر آتا ہے۔ ایک سائنس داں قرآن شریف
کو ماننے کے لئے عقلاً تیار ہوسکتا ہے کیونکہ یہ قرآن و حدیث میں کہیں نہیں کہ آدمؑ کی

طرح کوئی دوسری نوع SPECIES جانوروں کی یا نباتات کی مسجود الملائکہ بنائی گئی ہو، پھر جنت سے اُتر کر دنیا میں آئی ہو وغیرہ جیسا کہ صرف انسان کو شرف بخشا گیا۔ بلکہ یہ سب دُنیا ہی میں ظاہر ہوتے رہے اپنے اپنے وقت پر اور اپنی اپنی تقدیر سے۔ یہ انسان ہی ہے جسے اشرف المخلوقات بنایا گیا، جو مکلف کیا گیا اللہ کی شریعت کا، جسے صاحبِ اختیار بنایا گیا کہ چاہے اللہ کو مع ذات و صفات کے مانے چاہے انکار کرے۔ اگر مانتا ہے اور تعمیل احکام الٰہی کرتا ہے تو فرشتوں سے بھی روحانیت میں بڑھ جاتا ہے، اور اگر اپنے اختیار سے انکار یا مخالفت کرتا ہے تو جانوروں سے بھی زیادہ نفسانیت میں گر جاتا ہے۔ یہ موجودہ مغربی تہذیب اسی نفسانی پستیوں کی طرف تیزی سے عالمِ انسان کو تباہی میں لے جا رہی ہے، جس کا احساس اور اعتراف اہلِ مغرب کو بھی ہوتا جا رہا ہے اور جس کا واحد علاج اسلام ہی ہو سکتا ہے اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ و اشاعت۔ بزرگی اور بڑائی بمعنی PROGRESS یا ترقی انسان کی صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے، نسل، زبان، یا رنگ پر نہیں۔ ڈارون کے ماننے والوں نے بطور اعتراض یہ حقیقت بھی پیش کی ہے کہ ایسے نامکمل ڈھانچے زمانۂ قدیم کے کھدائی سے برآمد ہوئے ہیں جو موجودہ بندروں سے بعض چیزوں میں کم ملتے ہیں اور انسان سے مشابہت تھوڑی سی ضرور نظر آتی ہے۔ میں نے ان کا مطالعہ بھی کیا ہے اور لندن کے میوزیم BRITISH MUSEUM (NATURAL HISTRY) میں جا کر غور سے دیکھا بھی ہے۔ یہ یقیناً کسی انسان کے ڈھانچے یا کھوپڑیاں SKULL نہیں ہیں۔ البتہ جو ذرا سی کہیں پر کسی حصہ میں قرب انسانی کھوپڑی یا ڈھانچے سے بہ دقت کہا جا سکتا ہے اس پر مجھے قرآن شریف کے معجزے کی ایک آیت یاد آئی کہ زمانۂ قدیم میں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل بعض انبیاء کے زمانے میں اس وقت کے لوگوں نے انکار کیا، سخت مخالفت کی، بڑی نافرمانیاں کیں تو ان میں سے بعض کی صورتیں بگاڑ کر بندر بنا دیئے گئے، عذابِ الٰہی سے رسوا کر دیئے گئے۔ اور سب مر گئے اس حال میں کہ اولادیں نہیں چلیں۔ وَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝ کہ انسان سے تو بندر بنے مگر بندر سے انسان کبھی نہیں بنا۔ ممکن ہے کہ اس طرح

کے ڈھانچے جسے بعض غلطی سے MISSING LINK کہتے ہیں، وہ انجام کار بندر ہی ثابت ہوں۔

ہمارے محترم اور محبوب دینی بھائیوں اور بہنوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ صرف اسلام ہی وہ دین ہے جو سائنس اور عقل کے خلاف نہیں اور جس کی وجہ سے سائنس کی موجودہ ترقیاں ممکن ہوئیں۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ دین اور اسلام خود بھی سیکھیں، بیوی بچوں کو بھی سکھلائیں، دین کا ضروری علم حاصل کریں کتابوں سے یا علمائے اپنے اخلاق، عادات، عبادات و مزاج کو عمل قرآن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونے کے مطابق بنانے میں لگ جائیں، صحبت اہل اللہ کا اہتمام کریں اور کوئی نہ ملے تو ان کی حکایات و تعلیمات کتابوں میں پڑھتے رہیں، اسلام کے پھیلانے کی ہر ممکن تدبیر و کوشش کریں اور مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرلیں۔ دینی خدمت کیلئے اور دینی امور میں مشورے کے لئے خط سے یا ملاقات سے رابطہ قائم رکھیں۔ بقول شیخ (صہبائے سخن سعید کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک کراچی) ۵

شاید ہے یہی حاصلِ مے خانۂ کونین ساغر میں مرے جو مئے بے نام ہے ساقی
تیری نگہِ مست کی اک ایک ادا میں میرے لئے کیفیتِ صد جام ہے ساقی
ہو جائے عطا عارفی تشنہ جگر کو مس کردۂ لب تیرا جو یہ جام ہے ساقی

وصلی اللہ علی النبی

حوالے

۱۔ "اسلام اور ڈارون و دہریت" از مولانا پروفیسر محمد عبداللہ۔
مطبوعہ انٹرنیشنل اسلامی تبلیغی مشن۔ ۳۰ نیو اسٹریٹ۔ سلاتھ ولے۔ ہڈرسفیلڈ انگلینڈ۔ ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۱۷/۴۸۴۔

۲۔ "نشر الطیب" از حکیم الامت مولانا مجدد اشرف علی تھانویؒ۔
مطبوعہ مکتبہ تھانوی۔ مولوی مسافر خانہ۔ بندر روڈ۔
کراچی ۱ (پاکستان)

۳- ANSWER TO MODERNISM از مولانا مجدد اشرف علی تھانوی رح
مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم ۔ کراچی ۱۴
۴- "اسوہ رسول اکرم" "مآثر حکیم الامت" "بصائر حکیم الامت"
از حضرت مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی مدظلہ ۔ مطبوعہ بیت الاشرف ۔
۸ ای ۵ کمرشل ایریا ۔ ناظم آباد ۔ پاپوش نگر ۔ کراچی ۱۸
ٹیلیفون نمبر ۶۱۰۲۴۵ اور ۶۱۰۷۱۹
۵- "شریعت اور طریقت" از مولوی محمد دین حنفی ۔ مطبوعہ مکتبہ تھانوی ۔ کراچی ۔
۶- "سائنس اور اسلام" از شیخ حسین الجد الطرابلسی ۔ اردو ترجمہ کانپور
(مترجم سید اسحاق علی)
۷- "انگریزی بہشتی زیور" از مولانا مجدد تھانوی رح
مطبوعہ انٹرنیشنل اسلامی تبلیغی مشن ۔ ہڈرس فیلڈ ۔
۸- PROPHECIES OF THE PROPHETS CHRIST AND CHRISTIANITY
از مولانا ادریس کاندھلوی مطبوعہ مکتبہ یقین ۔ دارالتصنیف لمیٹڈ ۔
شاہراہ لیاقت ۔ کراچی ۳
نوٹ: کسی زبان میں بھی ترجمہ کی عام اجازت ہے ۔

مسلمانوں کے اتحاد، ترقّی اور نجات کی اسلامی تدبیریں

ایسا کوئی مسلمان نہیں جس کا ایمان قرآن و حدیث پر نہ ہو۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ ایک شخص عمر بھر جنتیوں کے عمل کرتا ہے پھر اخیر میں وہ ایک عمل ایسا کرتا ہے جو موجبِ نار ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر ایسا عمل کرتا ہے اور با اختیار خود ناری ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ کسی غیر اختیاری عمل پر اس کو دوزخ میں بھیج دیا جاتا ہے، یعنی ایک تو یہ کہ وہ بات جو موجبِ نار ہو جاتی ہے وہ چھوٹی بات نہیں ہوتی بلکہ بہت بڑی بات ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ وہ بات غیر اختیاری نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ دوزخ میں جانا اختیاری ہے اور جنت میں بھی جانا اختیاری ہے۔ (مآثر حکیم الامت از مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی مطبوعہ سعید کمپنی ادب منزل۔ پاکستان چوک۔ کراچی) اولیاء اللہ کے ہاں ایک مسلمان کے جذبات کی تہذیب و تربیت ہوتی ہے۔ انہی کا تزکیہ کیا جاتا ہے اور جو جذباتِ شرافت ہیں انھیں بیدار کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک گندے گنہگار مسلمان کو آپ نے دیکھا تو یہ ایک محرک ہوا آپ کا جذبۂ نفرت بیدا ہوا اس ناپاک عمل سے آپ متنفر ہوئے۔ خوب مگر دوسرے پہلو پر بھی غور کیجئے کہ اس بداعمال کی ذات پر شفقت کا جذبہ کیوں نہ بیدار ہوا۔ اور دعا و تدبیر و خیر خواہی کیوں نہ کی؟ ہر پہلو پر نظر کا پڑنا، جذبۂ نفرت، جذبۂ شفقت دونوں کا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ابھرنا اور ہمارا کوئی عمل، محنت خدمت ظاہری یا باطنی کا خالصۃً اللہ کے لئے ہونا ہی حاصل ہے تصوف، اخلاص، تقویٰ اور اسلام کا۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان عالم یا عامی، علامہ یا صوفی کا خیال اپنی عبادات، طاعات و اعمالِ صالحہ، محنت، چلّے وغیرہ کی طرف جانے لگے تب بھی نادم ہو اور قصور وار سمجھے کہ ہم کیا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ جو بھی توفیق ہے سب ان کی عطا ہے۔ کوئی عبادت کو، کوئی تقویٰ کو کوئی محنت مجاہدہ کو کمال سمجھتا ہے مگر مشائخ محققین سب سے بڑا کمال اس کو سمجھتے ہیں کہ

مسلمان اپنے نقائص کو پیشِ نظر رکھے۔ شرفِ انسانیت بھی تو یہی ہے کہ بندہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر نادم ہو۔ جتنی معرفت مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور غفور الرحیم ہونے کی ہے، فرشتوں کو نہیں۔ ندامتِ قلبی انسان کی فطرت کا بڑا جوہر ہے۔ ارے کون ہوتا ہے نادم؟ کیا حیوان ہوتا ہے یا فرشتہ ہوتا ہے؟ یہ شرف تو انسان ہی کو بخشا گیا ہے۔ (مآثرِ حکیم الامت رحؒ)

یہ سب جان لینے کے بعد ایک مسلمان کے لئے اللہ کی راہ میں نکلنا اور صراطِ مستقیم پر چلنا بے حد ضروری ہے جس کی ترتیب حصول یہ ہے (شریعت اور طریقت از مولوی محمد دین حنفی مطبوعہ مکتبہ تھانوی رحؒ مسافر خانہ۔ بندر روڈ۔ کراچی ۱ پاکستان) اوّل توبۂ خالصہ کریں اور کچھ عباداتِ واجبہ نماز وغیرہ فوت ہوں تو ان کی قضا شروع کریں۔ اور اگر ذمہ کچھ حقوق العباد ہوں تو اُن کے ادا کرنے کے بندوبست میں لگ جائیں یا اہل حق سے معاف کرالیں۔ اور توبہ کے ساتھ مستقبل کے لئے بھی توی عزم رکھیں کہ اللہ، رسولؐ کی اطاعت میں گو نفس کو کتنی ہی ناگواری ہو، مخلوق کتنی ہی ملامت کرے، سب برداشت کریں گے۔ پھر بقدرِ ضرورت علمِ دین حاصل کیا جائے جبکہ ضروری علم کہتے ہیں فرائض و واجبات کے علم کو، اوامر و نواہی کو، دین کے پانچوں شعبوں میں (۱) عقائد (۲) عبادات (۳) معاملات (۴) معاشرت (۵) اخلاقیات، تصوّف و اصلاحِ باطن میں۔ ساتھ ساتھ محبتِ اہل اللہ کا اہتمام کریں ورنہ بزرگوں کے حالات و تعلیمات کتب سے پڑھتے رہیں۔ (مثلاً مآثرِ حکیم الامت از مولانا ڈاکٹر عبدالحی عارفی۔ بیت الاشرف ۵ ای ۸ کمرشل ایریا۔ ناظم آباد۔ کراچی ۱۸۔ پاکستان)۔ جماعت اسلامی والوں کے دینی مسائل کا حل یہ ہے۔

(۱) اعلانِ توبہ و رجوع، ندامتِ قلبی کے ساتھ جس کے بغیر چارہ ہی نہیں جس کا فیصلہ تمام علمائے اہلِ سنّت والجماعت فرما چکے ہیں۔ توبہ بحسب معصیت ہوتی ہے۔ تدارک میں بھی جو عمل کہ قابلِ تدارک ہے اور اعلان کی ضرورت اور عدم ضرورت میں بھی۔ عاصیٔ مُعلن کیلئے توبہ کا اعلان ضروری ہے۔ قرآن و حدیث میں جو

گناہوں پر وعیدیں آئی ہیں ان کو یاد کرنے، سوچنے سے ہر گناہ پر دل میں سوزش پیدا ہوگی۔ یہی توبہ ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے اگر زمین و آسمان کے برابر بھی گناہ لے کر میرے پاس آئیں اور مجھ سے مغفرت چاہیں تو میں سب کو بخش دوں گا اور گناہ کی کثرت کی پرواہ نہ کروں گا۔ پس عمر گذشتہ کے ضائع ہونے کا بھی علاج موجود ہے۔ لاعلاج کوئی مرض نہیں۔ وہ علاج یہ ہے کہ توبہ کرو۔ توبہ کا اعلان کرو۔ حدیث شریف میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا وہ شخص جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔ استغفار کے بعد جمعیت قلب معاً حاصل ہوگی۔ دین و دنیا کی حاجتوں کے بر آنے کا ذریعہ استغفار ہے۔ توبہ کی حقیقت خطاؤں کو یاد کر کے دل کا دکھ جانا ہے۔ اور اس کے لئے لازم ہے اُس گناہ کو ترک کر دینا اور آئندہ کو پختہ ارادہ رکھنا کہ اب نہ کریں گے اور خواہش کے وقت نفس کو روکنا توبہ کہلاتا ہے۔ لہٰذا علمائے دین کے متفقہ فیصلے کے مطابق ایسی تمام تحریروں سے، خطاؤں سے، گناہوں سے جماعتِ اسلامی والے اور یو۔کے اسلامک مشن والے توبہ و رجوع کا اعلان فرمادیں، ایسی تمام قابلِ اعتراض عبارتوں یا کتابوں کو ختم کردیں اور احتیاطاً اپنی ہر نئی کتاب کو شائع کرنے سے پہلے علماء سے شرعی حیثیت دریافت کرلیا کریں تاکہ مسلمانوں میں اتحاد اور ترقی ہوسکے۔ بقول شیخ عارفی مدظلہٗ (صہبائے سخن مطبوعہ سعید کمپنی۔ ادب منزل۔ پاکستان چوک۔ کراچی) ۵

کارفرما ہے ترے چشمِ کرم کی شوخی ... ورنہ یہ جرأتِ تقصیر خطاکاروں میں

(۲) تنقید، محاسبۂ نفس اور جذبات کی تربیت، روک تھام و حفظِ حدود

حفظِ حدود: تنقید عربی کا لفظ ہے، جس کے معنیٰ ہیں کسی چیز کو جانچنا، پرکھنا اور کھوٹا کھرا معلوم کرنا مگر اردو میں کسی کے کمزور پہلوؤں پر روشنی ڈالنے، نکتہ چینی کرنے، عیوب و نقائص بیان کرنے کو کہتے ہیں جس کا منشا یا حاصل اپنے علم و عمل اور عقل و فہم کے مقابلہ میں دوسرے کے علم و عمل اور عقل و فہم کو فروتر سمجھنا ہے۔

(تنقید اور حقِ تنقید) فنِ تصوف کے مجددِ اعظم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی

تھانوی ؒ فرماتے تھے "کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اس کو حقیر و ذلیل سمجھے" یہ کہ اس کے مقتضا پر عمل نہ ہو، یعنی زبان سے قلم سے یعنی تفضیل دوسرے کی تنقیص نہ کرے۔ دوسروں کے ساتھ برتاؤ تحقیر کا نہ کرے اور اگر قصداً ایسا سمجھتا ہے یا سمجھتا تو بلا قصد ہے مگر اس کے مقتضائے مذکور پر بقصد عمل کرتا ہے تو مرتکب کبر کا ہے اور مستحق ملامت اور عقوبت ہے۔ اور اگر زبان سے اسکی مدح و ثنا کرے اور برتاؤ میں اس کی تعظیم کرے تو اعون فی العلاج ہے یعنی یہ علاج ہے اس مرض عظیم کا۔ بہت ہی نازک بات ہے اور بہت ہی ڈرنے کا مقام ہے۔ اپنی کیسی ہی اچھی حالت ہو ہرگز ناز نہ کرے اور دوسرے کی کیسی ہی بُری حالت ہو اس پر طعن ہرگز نہ کرے۔ کیا خبر ہے کہ اپنی حالت اس سے بھی بدتر ہو جاوے" (مآثرِ حکیم الامت ؒ و بصائر حکیم الامت ؒ)۔ ایک مسلمان ہر وقت قلب کی نگہداشت نفس کی نگرانی، دیکھ بھال، روک تھام رکھنے سے بوجہ دائمی مجاہدہ نفس دائمی ترقیٔ باطنی کرتا رہتا ہے اور اس صوفی سے بہت بڑھ جاتا ہے جس کو عبادتِ نافلہ کا تو اہتمام بہت ہوتا ہے لیکن قلب کی نگہداشت کا اہتمام نہیں۔ بمصداق ارشاد حضرت مولانا رومی رح ؎

سیرِ عابد ہر شبے یک روزہ راہ　　　سیرِ عارف ہر دمے تا تختِ شاہ

مجدد تھانوی رحؒ فرماتے تھے کہ تعجب ہے لوگوں کو خود اپنے عیب ہی نظر نہیں آتے حالانکہ واللہ اگر آدمی کی حس صحیح ہو تو گناہ تو گناہ ہیں، اس کو اپنی طاعات بھی معاصی نظر آئیں۔ پھر قسم کھا کر فرمایا کہ مجھ کو تو اپنی نماز اپنے روزے اور اپنے ہر عمل بلکہ اپنے ایمان تک میں شبہ عدم خلوص کا رہتا ہے۔ اور ہم لوگ تو کیا چیز ہیں صحابہ کرام سے بڑھ کر کون مخلص ہوگا۔ حدیث میں وارد ہے کہ اصحاب بدر میں سے ستر حضرات ایسے تھے جن کو اپنے اوپر نفاق کا شبہ تھا کہ کہیں ہم منافق تو نہیں ؟ گو میں متقی اور پرہیزگار تو نہیں لیکن الحمدللہ اپنی اصلاح سے غافل بھی نہیں۔ ہمیشہ یہی اُدھیڑ بُن لگی رہتی ہے کہ فلاں حالت میں فلاں تغیر کرنا چاہیئے، فلاں نقص کی فلاں طریقہ سے اصلاح کرنی چاہیئے، غرض مجھ کو اپنی کسی حالت پر قناعت نہیں۔ حضرتؒ فقہی مسائل میں

عوام کے عمل کے لئے جہاں تک گنجائش ہوتی ضرور کوئی آسان راستہ نکال لیتے تاکہ عام طبائع پر مسائلِ شرعیہ شاق نہ ہوں کیونکہ دین آسان ہے۔ اَلدِّینُ یُسْرٌ حضرتؒ کو امورِ شرعیہ میں تاویلات اور دنیادی مصالح کی آمیزش سے بالطبع نفرت تھی۔ فرماتے تھے کہ میں عذر کی حالت میں عزیمت کے بجائے رخصت پر عمل کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں، اس میں اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے اور ایسا نہ کرنے سے عُجب پیدا ہونے کا اندیشہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ناقدری معلوم ہوتی ہے۔ میں اپنے نجی معاملات میں کبھی شریعت کے فتوے کے مقابلہ میں اپنے تقوے کی ادنیٰ حیثیت نہیں سمجھتا۔ جب کوئی معاملہ ہوتا ہے اہلِ علم سے مشورہ کر لیتا ہوں اور ان سے فقہی مسئلہ معلوم کر کے عمل کرتا ہوں بطورِ خود کبھی عمل نہیں کرتا۔ میں الحمد للہ کبھی طبیعت کو عقل پر غالب آنے نہیں دیتا اور کبھی عقل کو شریعت پر غالب آنے نہیں دیتا۔ اعتدال، حفظِ مراتب اور حفظ حدود کا بڑا اہتمام فرماتے تھے ہمارے اولیاء اللہ اور مشائخ۔ اور انہیں باتوں کی کمی ہے آجکل کے تنقید کرنے والوں میں، دین کا کام کرنے والوں میں جس پر علمی اور حالی مہارت کے بغیر بجائے نفع کے اُلٹا نقصان ہوتا ہے جس کی شکایتیں آپ پڑھ رہے ہیں اور جن کا علاج بھی وضاحت کے ساتھ دلنشین کرنے کی کوشش کے ساتھ لکھ دیا گیا ہے تاکہ سمجھ کر بصیرت کے ساتھ عمل ہو سکے۔ ایک محترم مسلمان بھائی سے یہی توقع ہے کہ وہ مسلمانوں کے اتحاد اور ترقی کی اسلامی تدبیروں پر دل و جان سے عمل کریگا اور اس خیر خواہی کے ہدیہ کو قبول کرے گا۔ بقول شیخ عارفی مدظلہ

آنکھوں میں جو یہ اشک محبت کی نمی ہے ❊ اسمیں ہے مگر کوثر و تسنیم کی خنکی

ہمارے بزرگوں کی دلسوزی اور شفقت کو ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت مجدد تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں ویسے تو بہت آزاد مزاج ہوں لیکن تکلیف کسی دشمن کی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جہاں کسی کو ذرا سی بھی تکلیف میں دیکھتا ہوں بس یہ جی چاہتا ہوں کہ اپنا دل نکال کر اس کے سامنے رکھ دوں۔ بارہا قسم کھا کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے آپ کو کسی مسلمان سے حتٰی کہ ان مسلمانوں سے بھی جن کو لوگ فساق و فجار سمجھتے ہیں فی الحال اور کفار سے بھی احتمالاً فی المآل افضل نہیں سمجھتا کہ شاید وہ مرنے سے پہلے

مسلمان ہو جائیں) اور آخرت میں درجات حاصل ہونے کا کبھی وسوسہ بھی مجھے نہیں ہوتا کیونکہ درجات تو بڑے لوگوں کو حاصل ہونگے۔ مجھے تو جنتیوں کی جوتیوں میں بھی جگہ مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہو اور اس سے زیادہ کی ہوس ہی نہیں ہوتی اور اتنی ہوس بھی بربنائے استحقاق نہیں بلکہ اس لئے کہ دوزخ کے عذاب کا تحمل نہیں۔ غرض مجھ کو صرف فعل سے نفرت ہوتی ہے فاعل سے نفرت نہیں ہوتی"۔ (مآثر حکیم الامتؒ و بصائر حکیم الامتؒ) حضرت تھانویؒ کے مسلک میں یہ بھی شامل تھا "سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جاوے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ، خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا، خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت، خواہ اذیتِ نفسانی ہو جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈال دینا یا کوئی ناگوار و رنج دہ معاملہ کرنا۔ اور اگر غلطی سے کوئی بات ایسی ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا"۔ (اشرف السوانح حصہ دوم ۱۷۸) مولانا تھانویؒ کی تعلیمات میں سے چند ایسے خاص بنیادی اصول جن کی فہم پیدا ہو جانے سے اللہ کے راستے میں گنجلک، پیچیدگی یا ابہام باقی نہ رہتا تھا۔ مثلاً یہ ہیں: مطالباتِ دین کو مفادِ دنیا پر غالب رکھنا۔ عقل کو شریعت کا متبع رکھنا۔ اختیاری امور میں کوتاہی نہ کرنا اور غیر اختیاری امور کے درپے نہ ہونا۔ سالک کو تجویز ترک کرنا اور تفویض اختیار کرنا۔ مقصودِ شرعیہ کو پیش نظر رکھنا اور غیر مقصود کی طرف التفات نہ کرنا۔ کیفیاتِ باطنہ کو محمود سمجھنا اور مقصود نہ سمجھنا۔ طبعی امور سے مغلوب نہ ہونا بلکہ عقل کے فتوے پر عمل کرنا اور ہمیشہ عقل کو شریعت کا تابع رکھنا۔ فرماتے امر بالمعروف (تبلیغ) کی اوّل شرط اخلاص ہے کہ محض اللہ کے لئے نصیحت کرے اپنے نفس کو خوش کرنے کے لئے نصیحت نہ کرے اور اس کا معیار یہ ہے کہ عین نصیحت کے وقت بھی یہ شخص مخاطب کو اپنے سے افضل سمجھے۔

ہمارے بزرگوں کے یہاں محاسبۂ نفس، تہذیبِ اخلاق، محاسبۂ نجات، جذبات کی تربیت اور خود اپنی تنقید اور اپنے عیوب پر نظر پڑنے کی مشق کرائی جاتی ہے اور یہی

بات صحبتِ اہل اللہ نہ ملنے پر ان کی کتابوں اور ملفوظات سے پیدا ہوتی ہیں۔ آپ اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، بصائرِ حکیم الامتؒ اور مآثرِ حکیم الامتؒ غور و فکر سے کم از کم خالی الذہن ہو کر ضرور پڑھیں اور پھر ٹھنڈے دل سے خود سوچیں کہ خود ہمارے اندر کیا عیوب و امراض ہیں جو تنقید سے معلوم ہوتے ہیں اور پھر اُن کے علاج کی فکر کریں۔ اگر جماعتِ اسلامی والے ایسا کرنے لگیں، اپنا زاویۂ نگاہ درست کرنے لگے تو پھر ان کی باتوں میں، کتابوں میں، مجلسوں میں زمین آسمان کا فرق آجائیگا اور جمہور علمائے اہلِ سنّت والجماعت سے اتحاد اور اتفاق ہو کر اسلامی ترقی کی راہ کھل جائے گی۔ یہ بات عقل کے بھی مطابق ہے اور نقل کے بھی۔ تنقید کی زندوں کو ضرورت ہے کیونکہ ان کو موقع حاصل ہے اصلاح کا نہ کہ مُردوں کو۔ اور زندوں میں سب سے زیادہ ضرورت خود آپ کو ہے۔ کیونکہ جب تک خود اپنے عیوب کی اصلاح کی فکر نہ پیدا ہوگی اور خود ترقی کا نمونہ بن کر دعوت و تبلیغ نہ کر سکیں گے آپ کی تحریک بھی مُردہ رہے گی۔ لہٰذا اگر آپ ان مشفقانہ مشوروں اور اسلامی تدبیروں پر عمل نہ کریں گے اور ان کو غلطی سے رد کر دیں گے تو خود اپنا نقصان کرینگے جس کا ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے ہمیں ضرور رنج و صدمہ ہوگا۔ خدا کرے ایسا نہ ہو۔ جب یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تاکید فرمائی تھی کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ اُن کو میرے بعد ہدف تنقید نہ بنا لینا" اور "اُمت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعن طعن کریں گے" کوئی وجہ نہیں کہ ایک سمجھدار فہیم، پڑھا لکھا مسلمان ایسی بڑی غلطی کرے۔ اور ہو جانے پر فوراً توبہ نہ کرے۔ اعلان رجوع نہ کرے اور مسلمانوں میں میل محبت اتفاق و اتحاد کے بجائے فسادِ عظیم برپا کرے۔

مجھے ابتدائے بلوغ ہی سے ہندوستان کے ایک بزرگ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپگڈھی مدظلہٗ نے یہ شعر یاد کرا دیا تھا تاکہ اپنی تنقید اپنا محاسبہ کرنے کی مشق ہو کر عادت بن جائے ؎

نفس کا مارِ سخت جاں دیکھو ابھی مرا نہیں   غافل اِدھر ہوا نہیں اُس نے اُدھر ڈسا نہیں

اور ایک بار کراچی میں حضرت پیر و مرشد مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی دامت فیوضہم وبرکاتہم و مدظلہم العالی سے یہ شعر یاد کر لیا تھا جو بحمداللہ بھولے گا نہیں ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش　　تادمِ آخر دمِ فارغ مباش

(۳۳) عبدیت اور عبادات کا اسلامی مفہوم: فتنۂ مودودیت کے صفحات ۳۲ تا ۳۹، ۵۶، ۹۴ وغیرہ میں مولانا مودودی اور مولانا شیخ الحدیث زکریا صاحب مدظلہٗ کے نظریات ہیں جس کا جی چاہے وہاں پڑھ لے۔ اہل سنت والجماعت کے علماء اور اولیاء کے مفہوم کا خلاصہ پیش کرتا ہوں تفصیل شریعت اور طریقت صفحات ۱۹، ۲۰، ۲۵، ۲۸، ۳۰، ۲۳۸ تا ۲۴۱ پر ملاحظہ ہو۔ قرآن شریف میں ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (اور جن اور انسان کو میں نے صرف اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں)۔ ایمان و عمل کے کمال کا نام عبدیت یا غلامی ہے۔ یعنی اللہ رسولؐ کی ہر بات کو بے چوں وچرا ماننا اور کرنا اور اس کی رضا اور خوشی میں اپنی خوشی و خواہش و مرضی کو فنا کر دینا۔ دنیا میں انسان کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اوامر اور نواہی کو پورا کر کے عبدیت حاصل کرے۔ اور اوامر و نواہی کا تعلق ہی زیادہ تر افعال و اعمال سے ہے، خواہ وہ اصطلاحی عبادات ہوں یا معاملات و معاشرات و اخلاق۔ سب کو پورا کرنا ہی عبدیت یا بندگی ہے۔ اعمالِ قلبیہ یعنی اعتقادات بھی اس میں بدرجہ اولیٰ شامل ہیں۔ حضرت شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کا ارشادِ گرامی ہے کہ ایک وقت میں مسلمان کا سونا عبادت ہے اور ایک وقت میں پاخانہ پھرنا بھی عبادت ہے۔ مثلاً جماعت تیار ہو اور پاخانہ کا زور ہو تو اس وقت پہلے فراغت حاصل کرنا واجب ہے۔ اور بغیر اسکے نماز پڑھنا ممنوع ہے، اُس وقت بیت الخلاء جانا ہی عبادت ہے۔ ایک تو یہ حالت ہے۔ اور ایک وقت انسان کی شان یہ ہے کہ مظہرِ حق بنا ہوتا ہے۔ اُس وقت اس کی زبان سے مُردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔ غرض جو شان غلام کی ہوتی ہے وہی انسان کی ہے۔ عبد کیلئے انسان ہی ہے۔ باقی تمام مخلوق ذاکر و شاغل ہے۔ مگر عابد صرف انسان اور مسلمان ہے۔ چونکہ غلام کی جان بھی مالک کی عطا ہے اسلئے

عارف اس اعتبار سے حقوقِ نفس ادا کرتا ہے کہ اللہ کا کام کرے۔ امام اعظم حضرت ابو حنیفہؒ کے نزدیک فقہ کی تعریف ہے۔ مَعْرِفَۃُ النَّفْسِ مَا لَھَا وَمَا عَلَیْھَا یعنی نفس کے نفع اور نقصان کی چیزوں کو پہچاننا جس میں شریعت اور طریقت تصوف سب آگئے اور سب عبادات ہیں۔ ان کو الگ الگ کتابوں میں لکھنے سے اُن کے اصولی اتحاد میں کوئی فرق نہیں آتا۔ نہ وہ سب ایک دوسرے کے مقابل۔ مخالف قرار پاسکتے ہیں اور نہ شریعت اور دینِ اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں۔
بقول شیخ عارفی مدظلہٗ ؎

شاید ہے یہی حاصلِ مے خانۂ کونین ساغر میں مرے جو مئے بے نام ہے ساقی

اگر آپ غیروں میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہوں تو قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کیجئے۔ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی مسلمان مسلمانوں میں نرم اور کافروں پر غلبہ و عزت والے ہیں، لہٰذا قرآن شریف کے مطابق آپ پر فرض ہے کہ ہر مسلمان کے لئے ہیچ و ذلیل بن جائیں، جس میں ایثار، اتفاق، اتحاد، بُردباری، انتظام، استقلال وغیرہ، خلاصہ یہ کہ شریعتِ محمدی کی کامل فرمانبرداری اور خود اپنے نفس کی تنقید و محاسبہ سب کچھ آگیا اور ان پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے...
مسلمانوں کی ترقی کا (اسلام اور ترقی از مولانا مجدد تھانویؒ) میں نے برطانیہ میں دیوبندی اور بریلوی حضرات میں صلح، دوستی، میل محبت، اتفاق و اتحاد کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اپنے شیخ کے دادا پیر حضرت شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا "فیصلہ ہفت مسئلہ" مطبوعہ مکتبہ تھانوی کراچی کے عام عمل درآمد کا اعلان لندن کے جنگ اخبار میں کر دیا ہے۔ حضرتؒ کا فیصلہ ہے کہ جو لوگ نہ کریں ان کو کمالِ اتباعِ سنت کا شائق سمجھیں، جو کریں اُن کو اہلِ محبت میں سے جانیں اور ایک دوسرے پر انکار نہ کریں۔ وہابی، بدعتی نہ کہیں۔ خواص اپنی تحقیق پر عمل کریں، ایک دوسرے کی رعایت کریں اور جو عوام کے غلو ہوں اُن کا لطف و نرمی سے انسداد کریں۔ لہٰذا اب میلاد شریف و قیام، فاتحہ مروجہ، اعراس و سماع بلامزامیر، یا محمدؐ کہنا، معانقہ، مصافحہ، دست بوسی، وغیرہ میں کوئی لڑائی

جھگڑا فساد نہ ہونا چاہیئے۔ اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد قائم رہنا چاہیئے۔ مسلمانوں کے اتحاد کے بغیر اسلامی ترقی کیسے ہوگی؟ اسی لئے احقر کے دل میں اس مضمون کے لکھنے کا تقاضا پیدا ہوا کہ ہمارے محترم دینی بھائیوں کو نہ صرف ان کی غلطیاں اور مسائل معلوم ہوں بلکہ اتحاد، ترقی اور نجات کی اسلامی تدبیریں اور حل بھی اچھی طرح معلوم ہو جائے۔ مرض کے ساتھ ساتھ علاج بھی معلوم ہو تاکہ روح کو شفا ہو ایمان کی تجدید ہو، اسلام کا بول بالا ہو اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل خوش ہو اور حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو، آمین۔ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ ۝

میرا مقام نازِ محبت نہ پا سکے
ہر چند جستجو میں مرے رازداں رہے
مسجد ہو بُت کدہ ہو کہ میخانہ عارفی
روحِ رواں ہی بنکے رہے ہم جہاں رہے

(صہبائے سخن۔ کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سائنس اور مذہب کی حقیقت

(حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند)

سائنس کے آثار

ایک عرصہ سے دنیا میں خلائی فتوحات کا غلغلہ ہے، اور حالیہ تجربات نے یہ چیز ثابت کردی ہے کہ حضرت انسان واقعی بڑی چیز ہے، لیکن مذہب و سائنس کے دائرہ کار اور حدود سے لاعلمی طبیعاتی علوم میں ناپختگی اور مذہب سے دوری یا کم علمی کی وجہ سے بہت سے مسلمان احساس کمتری، مرعوبیت اور شکوک وشبہات کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اصولی طور پر یہ عرض کر دیا جائے کہ سائنس اور مذہب کی حقیقت کیا ہے؟ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور اسلام آپس میں نہ تو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسا کہ بدقسمتی سے بعض حلقوں میں یہ تصور موجود ہے اور نہ ہی سائنس الحاد کے مترادف ہے جیسا کہ ایک دوسرا طبقہ اس کا قائل ہے بلکہ بقول ایک محقق مشرقی عالم "سائنس اور اسلام میں وسیلہ اور مقصود کی نسبت ہے۔" جیسے بدن روح کے لئے وسیلہ عمل ہے۔ ایسے ہی سائنس اصولی طور پر اسلامی کارناموں کے لئے ایک وسیلہ، ذریعہ اور ڈھانچہ ہے۔" اور اگر ہم ذرا گہری نظر سے سائنس کے موضوع کو سمجھ لیں تو یہ دعویٰ خود بخود ثابت ہو جائے گا۔ اس لئے اولاً سائنس کے موضوع پر گفتگو کی جاتی ہے۔ آج کے دور ترقی میں جب تمدنی ایجادات اور مادیات کے نئے

سے انکشافات کا چرچا ہوتا ہے تو بطور تکملہ سائنس کا ذکر بھی ساتھ ہی ہوتا ہے۔ مثلاً وسائل خبر رسانی کے سلسلہ میں ٹیلی فون۔ ٹیلی گراف۔ ریڈیو لاسلکی، ٹیلی ویژن اور ایسے ہی دوسرے برقی آلات کا ذکر ہوتا ہے تو ساتھ ہی یہ کہا جاتا ہے کہ یہ سائنس کے سنہری اصول ہیں۔

وسائل نقل و حرکت کے سلسلہ میں ریل، موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ باد پا سواریاں کا تذکرہ ہوتا ہے تو ساتھ ہی کہا جاتا ہے کہ یہ سب سائنس کا طفیل ہے۔ یا مثلاً صنائع و حرف کے سلسلہ میں لوہے لکڑی کے خوشنما اور عجیب و غریب سامان تعمیر کے نئے نئے ڈیزائن اور نمونے۔ سیمنٹ اور اس کے ڈھلاؤ کی نئی نئی ترکیبیں اور انجنیئری کے نئے سے نئے اختراعات جب سامنے آتے ہیں تو سائنس کا نظر فریب چہرہ بھی سامنے کر دیا جاتا ہے کہ یہ سب اسی کے خم و ابرو کی کارگزاریاں ہیں۔ اسی طرح نباتاتی لائن میں زراعتی ترقیات پھل پھول کے افزائش کے جدید طریقے اور نباتات کے نئے نئے آثار و خواص کے متعلق انکشافات کا جب نام لیا جاتا ہے تو وہیں سائنس کا نام بھی پورے احترام کے ساتھ زبانوں پر آجاتا ہے، اسی طرح حیوانی نفوس میں مختلف تاثیرات پہنچانے کے ترقی یافتہ وسائل اور پریشنوں کی عجیب و غریب پھرتیلی صورتیں کیماوی طریق پر فن دوا سازی کی حیرت ناک ترقی، تحلیل و ترکیب کی محیر العقول تدبیریں۔ بجلی کے ذریعہ معالجات کی صورتیں جب زبانوں پر آتی ہیں تو ساتھ ہی انتہائی وقعت کے ساتھ سائنس کا نام بھی زبان پر ہوتا ہے کہ یہ سب اسی کے درخشاں آثار ہیں

طاقتوں کا منبع

اس تفصیل سے انسان کی ناقص عقل اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ سائنس کا موضوع عمل موالید ثلاثہ جمادات، نباتات اور حیوانات کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔ پھر چونکہ ان موالید کی ترکیب عناصر اربعہ آگ پانی ہوا مٹی سے ہوتی ہے، جو ایک مسلمہ چیز ہے اور جس پر کسی استدلال کی ضرورت نہیں۔ اس لئے گویا سائنس کا موضوع بلحاظ حقیقت عناصر اربعہ ٹھہر جاتے ہیں۔ جس کی خاصیات اور آثار کا عملاً سمجھنا اور پھر کیمیاوی طریق پر ان کی تحلیل و ترکیب کے تجربات سے عملاً نئی نئی اشیا کو پردۂ ظہور پر لاتے رہنا سائنس کا مخصوص دائرہ علم و عمل ہو جاتا ہے پس سائنس کی یہ تمام رنگ برنگ تعمیر در حقیقت انہیں چار ستونوں (عناصر اربعہ) پر کھڑی ہوئی ہیں۔

اور اگر اس ساری تفصیل کا مختصر لفظوں میں خلاصہ کیا جائے تو سائنس کا موضوع "مادہ اور اس کے عوارض ذاتیہ" سے بحث کرنا ثابت ہوگا، اس لحاظ سے مادیات میں جسکا زیادہ انہماک ہوگا، وہی سب سے بڑا سائنسدان اور ماہر سائنس کہلائے گا۔ (واللہ اعلم)

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سائنس کا موضوع عناصر اربعہ ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ ان چاروں کے خواص و آثار اور ذاتی عوارض یکساں ہیں یا نہیں؟ ظاہر بات ہے کہ ان کے عوارض یکساں نہیں۔ بلکہ بہت حد تک متفاوت ہیں۔ بلکہ ان کی جوہری طاقت بھی ایک درجہ کی نہیں بلکہ کوئی عنصر ان میں ضعیف کوئی قوی، کوئی قوی تر ہے۔ اور یہ قوت و ضعف کا تفاوت اتفاقی نہیں بلکہ معیاری ہے اور وہ معیار یہ ہے کہ ان عناصر میں سے جس میں بھی لطافت بڑھتی گئی ہے۔ اسی قدر اس کی طاقت بھی

بڑھتی گئی ہے اور طاقت کے ہی لحاظ سے غلبہ و تسلط اور شان واقتدار قائم ہوتی چلی گئی۔
اس کا راز سوائے اس کے اور کیا ہے کہ لطافت ایک وصف کمال ہے جو کثافت کی ضد ہے اور ہر وجودی کمال کا مخزن حضرت واجب الوجود کی ذات ہے۔ اس لئے لطافتوں کا منبع بھی وہی ہے۔ اندازہ فرمائیں کہ اس کی طاقتوں کا تو یہ عالم ہے کہ آنکھوں سے اوجھل حواس و خیال کی حدود سے بالاتر اور ادراک وانکشاف کی حد بندیوں سے وراء الورار ہے اور اس کے ساتھ طاقتوں کا یہ عالم ہے کہ تمام جہانوں پر صرف اور صرف اپنی شہنشاہی کا نظام محکم قائم کئے ہوئے ہے۔ اس لئے جس چیز میں بھی لطافت کا کوئی شمہ ہے وہ درحقیقت اسی کی ذات وصفات کا کوئی پرتو ہے۔ جس کا اثر بقدر استعداد اس نے قبول کرلیا ہے

لطافت کی طاقت

اس بنار پر جس چیز میں جتنی لطافت ہوگی اتنی ہی اس میں غلبہ واقتدار کی شان ہوگی۔ اس تفصیل کے بعد عناصر اربعہ کی ذاتی عوارض کی کیفیت ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں مٹی سب سے زیادہ کثیف ہے نہ صرف کثیف بلکہ کثافت آور بھی ہے۔ دنیا کی ہر چیز میں کثافت اور غلاظت آتی ہے تو اس مٹی سے اس کثافت کو ملاحظہ فرمانا ہو تو تجربہ کے طور پر ایک ڈھیلا اوپر پھینکیں آپ کی قوت جب تک کام کرے گی وہ اوپر جائے گا۔ پھر کل شی یرجع الی اصلہ کا نظارہ ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ خدا نے زمین کو ذلیل ہی نہیں بلکہ ذلول (ذلت کا مبالغہ) فرمایا هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا ۔ البتہ زمین کا ایک جزو پہاڑ بھی ہیں۔ جن میں نسبتاً کچھ لطافت اور ستھرائی ہے اور پھر پتھر کی مختلف قسمیں لطافت و ستھرائی کی بنار پر عزیز الوجود اپنی منزل

مٹی پتھر پر گرے تو کچھ نہ بگڑے اور ایک پتھر منوں مٹی پر گر پڑے تو جو حشر ہوگا وہ ظاہر ہے، پتھروں کے مقابلہ میں لوہے کو لیں۔ ایک بالشت بھر لوہے کی کدال کے سامنے بڑی بڑی چٹانوں کی کیا حیثیت ہے ؟ وہی جو بے دست و پا قیدی کی ہوتی ہے، اس کا سبب بھی وہی لطافت وستھرائی ہے۔ جو لوہے نے بمقابلہ پتھر زیادہ قبول کر لی ہے اس کے بعد دوسرے عنصر یعنی آگ کا نمبر آتا ہے۔ یہاں طاقتور لوہے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بڑے بڑے پہاڑوں کے لئے وبال جان ثابت ہوتے ہیں، وہ ٹکڑے آگ کے سامنے کیا حیثیت رکھتے ہیں ذراسی دیر لوہے کو بھٹی میں رکھو نتیجہ سامنے آجائے گا، اس کا راز بھی وہی طبعی اور عقلی اصول ہے کہ آگ میں لوہے سے بھی زیادہ لطافت ہے، اور کثرت لطافت کثرت طاقت کے مترادف ہے اس کے بعد عنصر آب ہے جس کے سامنے لوہے کو پگھلا دینے والی آگ کی کوئی حیثیت نہیں یک طرف آگ کے ترفع و تعلی اور رعب و دبدبہ کو دیکھیں پھر جب قطرات آب اس پر ڈال کر اس کا تماشہ کریں نتیجہ سامنے آجائے گا۔ چند لمحے پہلے جو کروفر تھا۔ وہ راکھ کا ڈھیر بن چکا ہے ایسا کیوں ہے؟ اسلئے کہ پانی آگ کے مقابلہ میں زیادہ لطیف ہے اور لطافت جہاں جس قدر ہوگی طاقت بھی اسی اعتبار سے موجود ہوگی۔ اس کے بعد عنصر ہوا ہے جس کی طاقت و قوت کا یہ عالم ہے کہ جب ہوا کے جھکڑ چلتے ہیں۔ تو بڑے بڑے سمندر تہہ و بالا ہو جاتے ہیں، اور اثر کا یہ عالم ہے کہ فوق و تحت کا کوئی گوشہ اور کوئی منفذ ایسا نہیں، جہاں یہ جوہر لطیف نہ ہو آخر ایسا کیوں ہے ! اس کا راز بھی اس کی لطافت اور اس کے بقدر طاقت ہے۔

انسان کی کارکردگی

اب اگر ان عناصر اربعہ اور ان کے تینوں موالید جمادات نباتات حیوانات کی بے انتہا شاخوں کو ایک طرف رکھ کر صرف حضرت

انسان کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا، کہ عناصر اربعہ اس کے دست بستہ غلام ہیں انسان ان پر غالب و متصرف ہے یہ سب عناصر اپنی کارگزاری میں اس کے محتاج ہیں اگر حضرت انسان کی کارکردگی الگ کردی جائے، تو اربعہ عناصر اپنی پوری قوت و طاقت کے باوجود کوئی کام سرانجام نہیں دے سکتے، رہا خود بخود پتھروں کو پگھل نہیں سکتا آگ خود لوہے کو گرماتی اور پگھلاتی نہیں پانی خود آگ کو بجھاتا نہیں، بلکہ انسان ہی ہے۔ جو کہ کدالیں بناتا پتھر توڑتا ہے وہی بھٹیاں بناکر لوہے کو تپاتا ہے۔ وہی مشکیزے اور ظروف میں پانی لاتا ہے اور چولہے ٹھنڈے کرتا ہے۔ وہی ہوا کو قید کرتا اور سیالات کو اڑاتا ہے اور انسان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ انسان ہی کی طاقتوں کا یہ عالم ہے کہ اس نے زمین کے قلب و جگر کو چیرا کنوئیں بنائے تہ خانے تیار کئے ارضی معدنیات سرمہ ہڑتال سونا چاندی اور پیتل وغیرہ کے خزانے اس سے چھین لئے۔

پہاڑوں کو تراش کر بلند و بالا مکانات بنائے، وتنحتون من الجبال بیوتا (القرآن) ان میں سڑکیں نکالیں اور دفائن زمین کا راز فاش کرکے زمین کے خزانہ کو عالم آشکارا کردیا۔ الغرض زمین اور اس کے ہر ذرے سے چاکروں کی سی خدمت لے رہا ہے، پانی کو حضرت انسان نے کسطرح رسوا کیا ہے۔ جگہ جگہ کنوئیں بنائے۔ واٹر ورکس کا انتظام کیا اور جہاں چاہا پانی لے گیا ابرالیاہ سمندر اعظم جس کی کوہ پیکر موجوں کا لگاتار سلسلہ خشکی کے کناروں پر اسطرح حملہ آور محسوس ہوتا ہے کہ گویا ابھی کرۂ زمین کو نگل جائے گا اس کا یہ حشر ہے کہ حضرت انسان کے پاؤں نیچے روندا جا رہا ہے۔ اس کے جہاز آبدوزیں چل رہی ہیں، سمندر کے خزانے اگلوا کے اس کی چیزوں کو بازاروں میں رسوا کیا۔ حتیٰ کہ سمندر کے نمکین پانی کو تحلیل کر ڈالا اس سے آگے بڑھ

کر ذلیل خدمات لی جارہی ہیں ۔ نجاستوں کا دھونا میلے کپڑے پاک کرنا ظروف کا صاف کرنا وغیرہ ذالک اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انسان نے پانی جیسے عنصر لطیف کو کس طرح اپنا قیدی بنا رکھا ہے ۔

آگ جیسے خونخوار عنصر کو دیکھو انسان نے اس کو کس طرح اپنا مطیع کیا ہے ۔ لوہے پتھروں سے اسے نکالا ۔ وہ آفتاب میں چھپی تو آتشی شیشوں کے ذریعہ اسے گرفتار کیا ۔ خود اسے چھپانا چاہا تو ذرا سی دیا سلائی کے سرے پر ذرا سے مصالحہ میں بند کر دیا ۔ جب چاہا اسے رگڑا اور آگ نکال لی جو آگ اپنے ترفع وتعلی کی بنا پر پرے رنہ چا ہی نہ کرتی تھی وہ آج کس طرح انسان کی غلام و محکوم ہے ۔

ہوا کی لطافت کا یہ عالم تھا کہ انسان کی لطیف ترین نگاہیں اسے بھانپ نہ سکتی تھیں لیکن آخر انسان نے اڑتے پرندہ کو کھلونا بنا لیا ۔ اس میں اپنے جہاز اڑائے خبر رسانی کی خدمت پر مجبور کیا گویا وہ ایک چٹھی رساں ہے جو مشرق سے مغرب تک انسان کی بلا اجرت چاکری کر رہی ہے ۔ انسان اسے کہیں برقی پنکھوں میں پہنچا رہا ہے ۔ کہیں موٹر کے پہیوں اور سائیکل کے ٹائروں میں بند کر رکھا ہے غرض یہ نادیدنی طاقت جس نے سمندروں کو تہہ و بالا کر رکھا تھا ۔ انسان کے سامنے مجبور و بے بس ہے

پھر اسی پر بس نہیں کہ عناصر اربعہ سے علیحدہ علیحدہ خدمت لے کر انسان کی طبیعت قناعت کرے بلکہ انہیں آپس میں لڑا لڑا کر ایجادات کر رہا ہے ۔ آگ پانی کے درمیان لوہے کا پردہ حائل کر کے آگ کو دھونکا دیا آگ جوش میں پانی کو اڑانا چاہتی ہے ۔ پانی کھول کر آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے ۔ لیکن انسان ان کے جوش و خروش سے اسٹیم کی طاقت پیدا کر کے انجن مشین چلا رہا ہے ۔ پھر پانی کو پانی سے ٹکرا کر برق پیدا کر لی وہ بجلی جو

آنِ واحد میں اقلیموں کی خبر سنی اسے تانبے اور جست کے پتلے سے تار میں اسطرح باندھ رکھا ہے کہ باوجود زور و طاقت باہر نہیں جاسکتی ذرا سا سوئچ ہے اسے دبا دو تو موجود اٹھا دو تو غائب۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ آسمان کی جہاں سوز بجلی کو بے بس کر دیا بڑی بڑی بلڈنگوں پر چھوٹے تار چڑھا دیئے ادھر یہ بجلی گری ادھر ان میں غلطان و پیچاں ہو کر رہ گئی۔ پٹرول جیسی سیال چیز میں آگ لگا دی آگ اور تیل لڑ رہے ہیں، جب سے گیس پیدا ہو رہا ہے۔ اور حضرت انسان کا جہاز اڑ رہا ہے۔ موٹر دوڑ رہی ہے۔

الغرض ایک مشت استخواں نے ساری کائنات کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس غلط و تسلط کا سبب کیا ہے؟ جسمانی طاقت سے تو ناممکن ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس کا راز کچھ اور ہی ہو۔

اندرونی طاقت

ایک شیر نے اپنے خورد سال بچہ کو نصیحت کی تھی کہ انسان سے بچنا یہ بڑی چیز ہے۔ بچہ شیر اس بڑی چیز کے دیدار میں مارے مارے پھرتا تھا کہ آخر دیکھوں تو سہی وہ انسان کیا بلا ہے۔ جس سے سلطان الصحرا بھی لرزتے کپکپاتے ہیں۔ چلتے چلتے گھوڑے پر نظر پڑی اس کی مخصوص صفات سے بچہ شیر کو انسان کا دھوکا ہوا پوچھا تو گھوڑے نے کہا توبہ بھلا میں انسان کے ہاتھ میں ایک بے بس قیدی ہوں اس سے بچنا اب بچہ شیر اور گھبرایا آگے بڑھنے پر اونٹ نظر پڑا اس کے عجیب الخلقت جسم کو دیکھ کر سوچا کہ یہی نوع انسان ہوگا۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ نا صاحب ہم تو اس کے ادنیٰ چاکر ہیں۔ وہ جو ہماری گت بناتا ہے توبہ بھلی اس سے بچنا ذرا آگے ہاتھی پر نگاہ پڑی اس نے بھی اپنی چاکری کا اعتراف کرتے ہوئے پناہ مانگی۔ بچہ شیر حیران تھا کہ یا اللہ وہ انسان کیا بلا ہے جس سے گھوڑا اونٹ اور ہاتھی تک لرزتے ہیں اسی اثنا

میں ایک بڑھئی کے بچہ کو دیکھا جو ایک بڑے شہتیر کو چیر رہا تھا اور جتنا چیر چکا تھا۔
اس میں ایک کھونٹی گاڑ رکھی تھی۔ بچہ شیر کا یہ تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ یہ انسان ہوگا۔
لیکن معلومات کیلئے پوچھا تو پتہ چلا کہ حضرت انسان یہی ہے۔ بچہ شیر نے کہا کہ میرا باپ
اور ہاتھی گھوڑا اونٹ بڑے احمق تھے اس سے ڈرتے رہے ایک جھپٹ میں اس کا کام
تمام کردوں بڑھئی کے بچہ نے سوچا برا وقت آیا کیا کیا جائے اس نے بچہ کی خوب تعریف
کی جس سے وہ مست سا ہو گیا، پھر اس نے کہا کہ میں کمزور ہوں۔ حسن اتفاق سے
آپ جیسا قوی آگیا۔ شہتیر کی کھونٹی سرکانا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے شگاف میں ہاتھ
اندر ڈال کر ذرا تھام لیں کہ میں سرکاؤں شیر نے ایک کی بجائے دونوں ہاتھ ڈالدیئے
بڑھئی کے بچہ نے کھونٹی نکال لی اس کا نکلنا تھا کہ دونوں پٹ مل گئے۔ پھر بچہ شیر کا
جو حشر ہوا وہ ظاہر ہے۔ شیر نادم ہوا کہ بڑوں اور تجربہ کاروں کی نصیحت کی قدر کرنی
چاہیئے لیکن ساتھ ہی یہ سوچا کہ انسان حقیر اور کمزور ہے اس کا جثہ اس قابل نہیں ہاں
البتہ کوئی اندرونی طاقت ہے جس سے اس نے ساری دنیا کو بے بس کر رکھا ہے

الغرض یہ حکایت عبرت اور انسانی طاقت سامنے لانے کیلئے پیش کی گئی ہے۔
اور مشاہدات کی رو سے ماننا پڑتا ہے کہ انسان میں ان عناصر سے کہیں زیادہ طاقت
ہے جب ہی تو اس نے جہاں رنگ و بو کو تہہ و بالا کر رکھا ہے اور جیسا ثابت ہو گیا کہ
عناصر اربعہ سے اس میں طاقت کہیں زیادہ ہے تو ماننا پڑ گیا کہ اس میں طاقت بھی
زیادہ ہے کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا کہ لطافت ہی طاقت کا سرچشمہ ہے اب دیکھنا یہ
ہے کہ وہ لطافت کیا ہے تو سیدھا اور آسان جواب ہے کہ روحِ انسانی!

روحِ انسانی

اور روحِ انسانی کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ باوجود انسان کے رگ و پے میں سمائے ہونے کے کبھی اس کا دھکا تک انسان کو نہیں لگا۔ بلکہ کبھی لمس و مس تک کا احساس نہیں ہوا جب کہ ہوا جیسی لطیف چیز میں بھی دھکا اور لمس و مس سے بچنا محال ہے۔ روح منفعل ہے تو اتنی کہ اس کے بغیر انسانی زندگی کا تصور نہیں اور منفصل ایسی کہ کسی حاسہ کی اس تک رسائی نہ ہو خود اس پر کوئی سرد و گرم نہ پہنچ سکے اسلئے وہ فقط اپنے بدن پر ہی نہیں بلکہ عناصر اربعہ پر غالب آ جائے تو ظاہر ہے کہ انسان میں ایسی چیز فقط روح ہی ہے۔ کیونکہ انسان بدن و روح کے مجموعہ کا نام ہے بدن مادیات کا مرکب ہے وہ تو یہ کام کر نہیں سکتا۔ لہٰذا روح ہی باقی رہی اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ انسانی غلبہ و تسلط کا راز روح ہی میں ہے روح کی لطافت وحس نورانیت کا یہ عالم ہے کہ آج تک انسانی عقل اس کا ادراک نہیں کر سکی اس کا توڑ نہیں لیا جا سکا اسے ہوا کی طرح کنٹرول کرنے کا کوئی ذریعہ نہ بن سکا اور ایک روح ہے کہ سب کچھ اس کے کنٹرول میں ہے جہاں بھر کا توڑ وہ لے لے سینری وہ بنا لے اور سب پر غلبہ و تسلط حاصل کر لے۔

سوال یہ ہے کہ روح ہے کیا؟ پیغمبر علیہ السلام سے سوال ہوا آپ نے من جانب اللہ جواب دیا الروح من امر ربی اور اس امر ربی کو اب کائنات سے عجیب مماثلت ہے مثلاً حق تعالیٰ غیر مرئی طریق پر تمام عالم کا قیوم و مدبر ہے۔ تو اسی طرح روح کائنات بدن کی قیوم و مربا ہے۔ پھر جس طرح انوار باری تعالیٰ کائنات کے ذرہ ذرہ میں آشکارا ہیں اور ہر ہر خطہ و جزو میں اس کی مناسبت سے کام دے رہے ہیں، اور اس ظہور تام کے باوجود آج تک کسی نے انہیں دیکھا نہیں، اسی طرح انوار روحِ کائنات

بدن کے ہر عضو میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ ہر عضو سے مناسب کام لے رہے ہیں اور اس ظہورِ تام کے باوجود آج تک کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔ اسی طرح روح کے انوار کام ہر عضو میں کر رہے ہیں اور نظر نہیں آتے۔

ــــہ
بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ سے جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

گر جس طرح وہ ظاہر ہے اور باطن بھی اسی طرح یہ بھی ظاہر اور باطن بھی
پھر جسطرح اس ساری کائنات کی زندگی اور زندگی کی ہر نقل و حرکت سے ذات حق اول اور تعدم ہے کہ اللہ ہی معلیٰ و جود ہے۔ اسی طرح ذات حق کائنات کی ہر نقل و حرکت کا منتہیٰ بھی ہے، ٹھیک اسی طرح بدنی کائنات کی نقل و حرکت بلکہ اس کے نفس کی ہستی سے بھی روح اول بھی ہے اور آخر بھی کیوں کہ روح ہی بدنی حیات کا باعث ہے۔ جب یہ نہ تھی تو بدن نہ تھا اور بعد میں بھی یہی ہو گی تو یہ کہنا بجا ہے کہ جس طرح کائنات عالم اوّل و آخر ذات حق ہے۔ اسی طرح کائنات بدنی کی اوّل و آخر روح ہے

قوت کا سرچشمہ

پھر جس طرح ذات حق عالم سے متصل اتنی ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اور ھو معکم این ماکنتم اس کی شان ہے، اور پھر منفصل اتنی کہ وراء الوراء ثم وراء الوراء مخلوق ظلمت محض اور وہ نور مطلق ٹھیک اسی طرح روح بھی بدن سے متصل تو اتنی ہے کہ زندہ بدن کی کسی رگ کا کروڑواں حصہ بھی اس سے الگ نہیں ورنہ زندہ نہ رہے لیکن دور بھی اتنی ہے کہ اس کی پاکیزگیاں بدن سے کوئی لگاؤ ہی نہیں رکھتیں کیونکہ لطیف و کثیف میں کیا تناسب اور کیا رشتہ؟ ــــہ

کجا یہ مشت خاک اور کجا وہ جوہر پاک ؛
چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا !

اس ساری تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انسانی قوت وطاقت کا سرچشمہ روح ہے اور اسے ذات حق سے مناسبتیں ہی نہیں مماثلتیں بھی ہیں اور یوں بھی روح امر ربی ہے ۔ کما مرہ تو اس کو جتنا صحیح استعمال کیا جائے گا ۔ اتنے ہی بہت فوائد رونما ہوں گے جتنی غلط روی کا طریق اپنایا جائے گا ۔ اتنی ہی بربادیاں ہوں گی تو پہلے ایک مشرقی محقق کا قول لکھا تھا ، کہ سائنس میں مقصود و وسیلہ کی نسبت ہے ۔ کتنا درست قول ہے اللہ تعالیٰ جو سراپا لطافت ہی نہیں بلکہ منبع لطافت ہے ۔ کما قال ان اللہ لطیف الکمالؐ اور دوسری طرف روح بھی امر ربی ہونے کے سبب لطیف ہے اور لطافت ہی قوت کا سرچشمہ ہے اور بغیر قوت سائنسی ایجادات ناممکن ہیں تو بے جا نہ ہوگا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ جس طرح لطافتوں کا منبع حق تعالےٰ کی ذات ہے اسی طرح منبع طاقت بھی وہی ہے اور جب منبع طاقت وہ ہے تو سائنسی ایجادات کا سرچشمہ اور مرکز ومحور بھی اسی کی ذات ہے اپنی پاک دامنی ، نیک نفسی اور قوت تقویٰ ونیکی کی بنا پر جس کی روحانیت جتنی بلند ہوگی اتنی ہی اس میں اکتشافات وایجادات کی طاقت ہوگی ۔ جب یہ مقدمات ثابت ہوگئے تو یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ منبع لطافت وطاقت کی طرف سے بھیجا ہوا آخری اور مکمل دین ایجاد واکتشافات سے کس طرح روک سکتا ہے اور ترقی کی راہ میں کس طرح آڑے آسکتا ہے ۔ وہ دنیا والوں کو ترقی کی راہیں بتلاتا ہے ۔ اس پر ابھارتا ہے ۔ کما قال فاستبقوا الخیرات اور فی ذٰلک فلیتنافس المتنافسون لیکن مادیات محضہ میں انہماک اور غلو اور روحانی ترقی سے پہلوتہی انتہائی کورچشمی اور بدبختی ہوگی جب یہ

مسلمہ امر ہے کہ اسلام مقصود ہے اور سائنس وسیلہ تو مقصود کیلئے اس کے تناسب سے اور وسیلہ کیلئے اس کے تناسب سے کوشش کرنا دانشمندی ہے۔ بدقسمتی سے آج مقصود کو کوئی پوچھتا نہیں اور وسیلہ کیلئے جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں (یہ ہم آیندہ عرض کریں گے کہ وسیلہ کیلئے جائز و ناجائز کوششوں سے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا اور تعمیر و ترقی عالم میں ان کوششوں کا حصہ کیا ہے) پھر بدقسمتی سے مسلمانوں کے یہاں سوائے سائنس کا لٹریچر پڑھنے کے کوئی عملی کارفرمائی ہے ہی نہیں گویا۔

ع نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

خلاصۂ بیان

بہرحال اس اصولی بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ:۔

(۱) سائنس کا موضوع عناصر اربعہ یا بالفاظِ دیگر مادہ اور اسکے عوارضِ ذاتیہ ہیں۔

(۲) عناصر اربعہ میں سے جسمیں جسقدر لطافت ہے اسی قدر اس میں طاقت ہے اور وہی لطافت اسی کی قوت کا سرچشمہ

(۳) حضرت انسان موالید ثلاثہ کی بے انتہا شاخوں میں ایک ایسا ہے جس نے اپنی بے انتہا قوتوں سے عناصر اربعہ کو فرداً فرداً نہیں بلکہ باہمی ٹکرا کر ایجادات و اکتشافات کا لامتناہی سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور اسطرح اپنے غلبہ و تسلط کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے

(۴) حضرت انسان کا یہ کمال اس کی جسمانی قوت کا مرہونِ منت نہیں بلکہ روح کا مرہونِ منت ہے۔

(۵) روح کو حضرت حق سے ٹی ایک مماثلتیں ہیں کہ روح امرِ ربی ہے۔

(۶) قوت و طاقت کا سرچشمہ حضرت حق کی ذات ہے کیونکہ وہی منبع لطافت ہے اور

طاقت دراصل لطافت کے سبب ہے ۔

(۷) اس اعتبار سے منبع لطافت کے امر یعنی روح سے جسکا جس قدر حصہ ہوگا اس کی قوت، ایجادات واکتشافات اسی قدر بلند و بالا ہوگی ۔

(۸) لیکن اسلام اور سائنس کو مقصود و وسیلہ کی نسبت ثابت ہوگی ۔

اس لیئے ایک سچے مسلمان کی ہمت و فکر کا اصل میدان اسلام ہوگا اور وسیلہ کا میدان اسی تناسب سے اختیار کیا جائے گا۔ جب اسلام و سائنس میں مقصود و وسیلہ کی نسبت ثابت ہوگئی تو ۔

(الف) ایک مفکر کا یہ قول غلط فہمی پر مبنی ہوگا کہ سائنس اور مذہب حقیقت تک پہنچنے کے دو راستے ہیں ۔

(ب) سائنس کو الحاد کے مترادف قرار دینے والا گروہ سراسر غلطی کا شکار سمجھا جائے گا ۔

(ج) اور نہ ہی سائنس و مذہب ایک دوسرے کی ضد ہوں گے بلکہ ان میں معقول نسبت ہے اور اپنے اپنے مقام پر اس سلسلہ میں قوت و فکر کی پرواز درست اور صحیح ہوگی اس لیئے یہ کہنا بالکل بجا ہوگا ، کہ "ارتقار پسند انسانی عقل اور ربانی ہدایات کا سنگم اسلام ہے ۔"

آخر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کر دینا مناسب ہے ۔ جس میں سائنس و مذہب کی اصلیت و حقیقت اور باہمی فرق مراتب کو نہایت احسن پیرایہ میں بیان فرمایا گیا ، یہ ارشاد رسول ؐ بھی اس چیز کی غمازی کرتا ہے کہ سائنس و مذہب ایک دوسرے کی ضد نہیں ، بلکہ جن چیزوں پر آج طبع آزمائی ہو رہی ہے ان

کو اپنے اصلی مقام پر رکھکر ایک نبی امی نے آج سے چودہ سو سال پہلے واضح کر دیا تھا۔ شعر

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

فاعتبروا یا اولی الابصار نبی رحمتؐ نے فرمایا کہ جب اللہ میاں نے زمین کو پیدا کیا تو وہ کانپنے اور ڈولنے لگی تب اللہ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور ان سے زمین پر جم جانے کے لئے فرمایا۔ ملائکہ نے پہاڑوں کی شدت وصلابت پر تعجب کیا اور کہنے لگے کہ اے پروردگار تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں لوہا ہے۔ اس پر پھر ملائکہ نے عرض کیا کہ اے پروردگار! تیری مخلوق میں لوہے سے بڑھ کر بھی کوئی سخت چیز ہے؟ فرمایا۔ ہاں آگ ہے۔ پھر عرض کیا اور آگ سے سخت؟ ارشاد فرمایا۔ پانی۔ عرض کیا اور پانی سے سخت کوئی چیز ہے فرمایا ہاں ہوا۔ پھر ملائکہ نے پوچھا اور ہوا سے بڑھکر بھی سخت چیز کوئی ہے تو فرمایا۔ ہاں اولاد آدم، جو دائیں ہاتھ سے اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو (ترمذی)

اندازہ لگائیں کہ سائنس کے موضوع یعنی مادیات کو کس طرح ترتیب سے بیان فرما کر اور پھر انسان کی طاقت وقوت کو واضح فرمایا لیکن اس طاقت کا سبب کوئی مادی چیز نہیں بلکہ وہی روحانی عظمت وبرتری ہے جسکو پہلے ہم تفصیل سے عرض کر چکے ہیں۔

تبلیغ و صلاح کی اہمیت

قرآن کریم

(۱) اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے۔ یہ ہی نجات پانے والے ہیں۔ (پارہ ۴ رکوع ۲)

(۲) تم لوگ بہترین جماعت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ (پارہ ۴ رکوع ۳)

احادیث شریفہ

سید الکونین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

(۱) قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تمھیں ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کا حکم اور بُرائی سے روکنا) کرتے رہنا ہوگا ورنہ بہت جلد ایسا ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے۔ پھر تم دُعائیں کروگے اور قبول نہ ہوں گی۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۶)

(۲) اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کی بداعمالیوں سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں فرماتا جب تک کہ عام لوگوں کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ اپنے سامنے بُری باتیں دیکھیں اور بُرائی سے منع کرنے پر قدرت کے باوجود منع نہ کریں۔ جب وہ ایسا کرنے لگتے ہیں تو عام و خاص سب پر عذاب آجاتا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۳۸)

(۳) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرو ورنہ تمھارے اوپر ایک ظالم حاکم مقرر کیا جائے گا جو بڑوں اور عزت مند لوگوں کی عزت نہیں کرے گا اور چھوٹوں اور غریبوں پر رحم نہیں کرے گا اور لوگ اس کے حق میں بد دُعا بھی کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔

(۴) اُمت میں فساد کے وقت جو میری ایک سُنت کو زندہ کرے گا (خود عمل کریگا اور دُوسروں کو ترغیب دیگا) اُس کو سَو شہیدوں کے برابر ثواب ہوگا۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے بعد آمنا و صدقنا کہنا اور اطاعت و تعمیل واجب ہے — انتظار کس بات کا ہے — موت تاک میں ہے —...
— فوری عمل کیجئے — آج کے اعمال صالحہ کل قیامت کے دن کام دینگے۔

اگر آپ منصف ہوں!

اور میرا نامۂ اعمال آپ کے سامنے پیش ہو کہ

- ○ میں نے احکامِ خدا کا مذاق اُڑایا ہو
- ○ قرآنِ کریم اور سنّتِ رسولؐ کے خلاف عمل کیا ہو
- ○ جھوٹ، مکر و فریب اور جعلسازی میری عادت ہو
- ○ سُود، سٹہ، ذخیرہ اندوزی اور رشوت میں عمر گزاری ہو
- ○ ہمسایہ کو تکلیف، والدین کو اذیت دی ہو، نافرمانی کی ہو
- ○ اسراف و نمائش میں مال برباد کیا ہو اور خیرات کے نام کوڑی خرچ نہ کی ہو
- ○ غیبت، بہتان، افتراق، نفاق، بغض و کینہ، حسد، لالچ میری عادت ہو
- ○ نام و نمود اور شہرت کے لیے کارِ خیر میں حصّہ لیا ہو
- ○ زکوٰۃ ادا نہ کی ہو اور مال کو رسم و رواج پر اُڑایا ہو
- ○ اولاد کو دین کی تعلیم نہ دی ہو اور عیسائیوں کی تعلیم و تہذیب پسند ہو
- ○ شعائرِ اسلام کی ہتک کی ہو اور اغیار و کفار کے طریقے پسند کیے ہوں

——— ذرا غور فرمایئے ایسی صورت میں آپ بحیثیت منصف میرے خلاف کیا قدم اُٹھائیں گے۔ کیا سزا دیں گے۔ کیا میں جنّت کی خواہش کر سکتا ہوں یا جہنّم میرے اعمال کا جواب ہوگی۔ خوب غور کر کے فیصلہ دیجیے۔

——— یاد رکھیے! ہمارے نامۂ اعمال روزِ حساب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے اُس وقت ہماری کیا حالت ہوگی جبکہ ہمارے اعمال اس فہرست کے مطابق ہوں گے یہ چند روزہ زندگی عارضی و فانی ہے۔ دُنیا دارالعمل ہے۔ اِس حیاتِ مستعار سے فائدہ اُٹھا کر اپنی اصلاح کر لیجیے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

معلومات حج بیت اللہ دیارِ رسول اللہ کی
پوری معلومات، مقاماتِ مقدسہ
کے حالات

مصنف: راؤ شمشیر علی خاں

ہدیہ: ۵ پنس

مصنف راؤ شمشیر علی خاں

دیارِ رسول اللہ میں کیا دیکھا

آنکھوں میں آنسو بہا دینے والا جذبات

اردو انگریزی ترجمہ

ہدیہ: ۵۰ پنس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حق خلافتِ راشدہ — حق چار یار — ختم نبوت زندہ باد

ناموسِ ختمِ نبوت اور ناموسِ صحابہؓ کا ترجمان

ماہنامہ
دعوۃ الحق
برطانیہ

ایڈیٹر: شمشیر علی خاں راؤ
نائب ایڈیٹر: رفعت لودھی
جنرل منیجر: حاجی عبدالکریم
اسسٹنٹ منیجر: محمد شفیع رانا
سرپرست: رونق علی خاں

سالانہ قیمت: ۵ پونڈ

فی پرچہ: پچاس پنس

ملنے کا پتہ: انٹرنیشنل تبلیغی اسلامی مشن برطانیہ

International Tablighi Islami Mission
3, New Street, Salathwaite, Huddersfield (U.K.)

Virtues of Charity and Haj

Fazaile-Sadaqat and Fazaile Haj

by Shaikhul Hadith Hazrat Maulana Muhammed Zakariya

Is one of the most popular, valuable and important religious books. It is a comprehensive collection of authentic Ahadith of the Holy Prophet, Hazrat Muhammed (peace be on him) with foot notes ond the author's explanatory notes to enable the readers to understand the meanings and implications of the Ahadith quoted in it. The examples and illustrations are given for healthy and constructive approach. The book communicates that the intrinsic values of giving alms and charity are too high to be realized easily. The charity besides the poor tax (Zakat), multiplies the boons and blessings of this world as well as the world after death.

The book gives the fore-knowledge of the joys of Paradise and the safety from the severities of the fire of Hell in return of charity and Haj. In view of all these virtues and significances of the book, every Muslim must read it daily. It requires the repeated study. Mere reading of the Ahadith is the source of the rewards and exaltation of status on earth and in heaven. The practice according to the Ahādith is building up of pious character. This book is the basic and fundamental need of every Muslim individual. Not to possess it is as great a poverty as not to have water, food and shelter.

The author has written it in simple, plain and straight forward language. To give benefits to the maximum number of people, it has been published in various languages such as Urdu and English.

Part II of this book : Virtues of Haj gives a very detailed comprehension of the intrinsic values and divine blessings of performing Haj. The delights, joys and sublimation gained through Holy performance is rarer than rare. Going through it promotes fore sight, prudence and sacred zeal.

Pages 1000 Size 18×22/8 Hadya 60/-

£—5

his teachings. Its perusal involves double benefits. The knowledge of the Holy Prophet (Sal'am) who was modest in living, behaving and treating others while he was greatest in achievement. He was a great warrior, emperor, ruler, judge, worshipper and pious. The imitation of every move of his life leads to the wordly as well as heavenly success. Additionally speaking the author has written it out of his deep love for the Holy Prophet (Sal'am) and his missionary zeal. Not to read it is a gross loss.

Pages 200 Size 23X36/16 Hadya 40/- £—5

Dayare Habeeb

by Alhaj Shamsher Ali Khan Rao

Is a very interesting book providing very detailed information about the performance of Haj in various languages such as English and Urdu. Its language is quite simple, plain and understandable. It gives the detail of various rites at various places with the pieces of advice that what course of action the pilgrims have to take up. The description is quite alive and fascinating, The author has described the things as he has observed them. It is actually the living picture of the scene of Haj. He, who does not avail the opportunity of going through it, misses something very valuable. Those who have made up their minds to go to the Holy city of Mecca and the Lighted city of Medina must read it to acquire the fore-knowledge of what they have to do there and those who are unable to enjoy the blessings due to certain unfortunate reasons must read it so that they are able to see the pen picture of the most sacred shrines of muslims and the tomb of their Prophet (Sal'am) and the graves of the Holy Companions (Allah was pleased with them). Really, this is the book of wonderful expression. It has been written out of the pious zeal of making the majority of people acquire the comprehensive knowledge about one of their religious dutied action.

Pages 200 Size 23X36/16 Hadya 25/- £—3

(**Paradise on Earth**)

Dunia Men Jannat

by Alhāj Shamsher Ali Khan Rao

Contains the description of utopian beauty of all the places from England to Madina and Mecca, the author's personnel experience of the journey by car. The Holy city of Mecca and the Lighted city of Madina are, actually speaking, the Paradise on earth and the visitors of these holy places enjoy the raptures, delights and emotional exaltations of celestial joys. The author has given a very living picture of how he felt there and what were his first impulses and impressions of the visit of the place. He is kind enough to share their pious and sacred emotions with every individual of the world. He has put down his ideas out of this pious zeal. It has now become the duty of every one to share his feelings by going through it. The book is really worth reading and deserves appreciation.

Pages 200 Size 23X36/16 Hadya 25/- £—3

Mahboob-e-Khuda (Sal'am)

by Alhaj Shamsher Ali Khan Rao

Is the Biography of the most beloved Prophet of God, Hazrat Muhammad (peace be on him) in simple, plain and understandable language, and deserves the attention of everyone of the world. It is written and published in various languages such as English and Urdu with the deliberate aim of acquainting the World with conduct and character of the nearest and dearest friend to the Creator of the world because the successful survival of the world in general and muslims in particular depend on how the Holy Prophet lived and what he taught to practise. The book is the curious interpretation of his life, character and

7. Islamic books in Urdu by Maulana Ashraf Ali Thanwi and Maulana Dr. M. A. Hai: especially the Urdu Nisab books from Maktaba-e-Thanwi Molvi Musafir Khana, Bandar Road, Karachi 1, Pakistan.

8. English books by the American convert, Mrs. Maryam Jameelah: Islam and Modernism, Islam versus Ahl al-Katib & the West, Islam & Orientalism, Islam in Theory & Practice, Western Civilization I & II, etc. from the Islamic Book Centre, London. (Tel. 01-388 0710).

All these books should be in your mosque, Islamic centre, library and friend's home as ideal gifts. Also, ask your area Public library to order these books for you now.

Please write to Mohammad Abdullah, 16 New Park Court, Top Co-op. Brixton Hill, London S.W.2. for enquiries or for a speaker on the religion of Islam in English and Urdu. Also ring 01-671 0844. Professor Abdullah is listed in the "World Who's who in science",U.S.A., "Disctionary of International Biography", London, etc.

With the compliments of

Maulana Al-Haj Professor **Mohammad Abdullah, Ph.D.**,
16 New Park Court (Top-Co-op)
260-272 Brixton Hill Road
London SW2 1HS, U.K.
(Tel. no. 01-671 0844)

You may photocopy it for distribution and you are urged to publish the educational leaflet on your behalf for distribution as a duty of Tableegh of the Religion of Allah, with addition or translation.

VISIT (Prayers & Classes)

(1) Streatham Mosque
8 Mitcham Lane
London S.W. 16
Tel. 01-6770588 & 7695301

(2) Regent's Park Mosque
146 Park Road
London NW3 7RG
Tel. 01-724 3363-7

that you have to do is to believe in Islam. You should also declare your religion and try to practice it. Muslim greeting : As Salam-o-Aleikum—peace be with you !

XIII. To learn Islam in practice : Contact Prof. Abdullah 16 New Park Court, Brixton Hill, London S.W.2. Tel. No. 01-671 0844 and/or your local mosque and Islamic Centre.

XIV. To buy Islamic Books in English, Urdu, Arabic, Bangla, Turkish, etc. Contact your local Islamic or English Bookshop, or the publishers, or The Islamic Book Centre, 125 Drummond Street, London N.W. 1. Tel No. 01-388 1456.

XV. Always recite : La ilaha il-lallah, Muhammad-ur-Rasool-ul-Lah, i.e. There is no god but Allah and Mohammed is His last Messenger.

SUGGESTED READING & GIFTS

1. Requisites of Islam (Bahishti Zewar) by Maulana Thanwi, from Dini Book Depot, 4160 Urdu Bazar, Delhi 6, India.

2. Virtues of Charity by Sheikhul Hadith Maulana Mohammed Zakaria from Dini Book Depot, Urdu Bazar Delhi, and International Tablighi Islami Mission, 3 New Street, Salathwaite, Huddersfield, (U.K.)

3. Answer to Modernism by Maulana Thanwi, from Muktaba Darool Uloom, Karachi 14, Pakistan.

5. The Meaning of the Glorious Koran by M.M. Pickthall—a Mentor classic.

6. Prophecies of the prophets & Christ and Christianity, from Maktaba Yaqeen, Darut Tasnif Ltd., Shahrah Liaqat, Karachi 3, Pakistan.

among Muslims. There is also no clergy or priesthood in Islam.

VIII. The spiritual training which Islam has planned for its followers include prayers, fasting, alms-giving and pilgrimage to Mecca. Prayers revive the memory of God in man's mind five times a day, remind him about the fear of God, develop in him His Love, enable him to remember the Divine Commandments and train him in obedience to God, Fasting gives training in piety and self control. Alms-giving 2.5% of all annual saving=Zakat) develops the sense of monetary sacrifice, sympathy and co-operation among all people. Haj or pilgrimage to Mecca by believers from all corners of the earth is the realization of a universal brotherhood on the basis of worship of God, where distinctions of race in colour, language and nationality are meaningless.

IX. The Koran is a living miracle of the Prophet Mohammed and it is claimed that the like of it can never be written again. The style, language and eloquence of Quran, the message it carries, the impression it leaves, the information about the unseen, the guidence it offers for humanity and the absolute purity of its text—all point towards its miraculous nature. Islam imposes itself as a Universal Religion for all mankind and in all ages. Today, there are some 1000 million Muslims in the world, of which about 1.5 million are British.

X. Muslim men and women are required to wear dress to cover their bodies properly and decently. Women and girls are required to cover themselves from head to foot, leaving only the face and hands uncovered.

XI. Prohibited Food and Drink : Muslims are not allowed to eat the flash of swine or pork, dead-meat, blood and the meat of an animal which was slaughtered in the name of anyone other than God. Islam also prohibits all alcoholic drinks; all kinds of spirits and wines are unlawful in Islam.

XII. To be Muslim : No ceremonies are required. All

the aid of a mediator. Islam teaches a God, Who is above all tribal deities and national gods and is the "Lord of the Worlds."

IV. Islam requires its followers to believe in all the messengers of God, who were human beings and prophets, and received "Divine Revelation", such as Abraham, Moses, Jesus and Mohammed. Since the message they all received came from the same One God, it could not possibly be contradictory. Muslims believe not only in the "Koran" (=Quran), which is the last Holy Book, but also believe in the Bible and Torah.

V. Islam rejects incarnation. The communion with God is not attained by God assuming a human shape, but by man rising towards God by spiritual progress and the purification of his life from all bad desires and low motives.

VI. Muslims believe in a "Day of Judgement" and "Life after Death". The next life is a continuation of this and death is not an interruption, but a connecting link, a door that opens the hidden realities of this life. State after death is an image of the spiritual state in this life. The pleasures and pains of the next life are spoken of as things which the eye has not seen, nor has the ear heard, nor has it entered into the heart of man to conceive of them.

VII. The distinctive characteristics of Islam as a "World Religion" are its simplicity, its explicitness and its highly realistic attitude towards human problems, leaning neither towards excessive optimism nor excessive pessimism and enjoining moderation and balance of mind in all things. Islam rejects the doctrine of Original Sin, and maintains that all men and women are born completely innocent and it is only by their own actions and deeds that they acquire good or evil. All the Muslims pray in the same mosque and Islam is not divided into Church groups. In the same mosque both the white and black race pray. Islam believes in the equality and brotherhood of mankind. There is no race problem

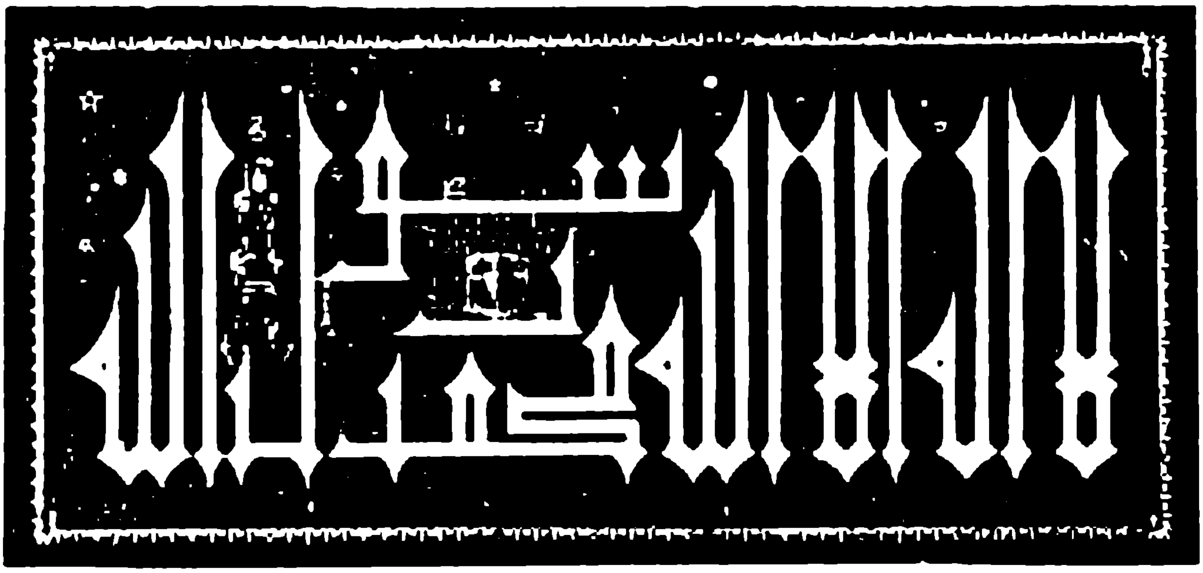

(26) AN EDUCATIONAL LEAFLET ON ISLAM

Islam, Muslims, World and the Hereafter.
(By Prof. Mohammad Abdullah, Ph.D.)

I. The word "Mohammedanism" used for the religion of Islam is wrong. It is God that the followers of Islam worship and not Mohammed (peace be upon him). Muslims (—Moslems) consider Mohammed to be the last messenger of God or prophet, and do not make any distinction between any one of them.

II. Islam means "peace" in the Arabic language. Peace with God implies complete submission to His Will, Who is the source of all purity and goodness; and peace with man implies the doing of good to fellow man.

III. Islam is a "monotheistic faith" and requires its followers to believe in One God, in *Arabic called "Allah"*, the Unseparable One, Who is everywhere and not bound to a certain place, Who resembles nobody, and non is like Him, the Creator of all, Whom no power can kill or destroy. Islam teaches "Unity of God" and Muslims expect and beg help, consolation and forgiveness of sins directly from God without

Qadiani-Ahmadi-Lahori then not even a Muslim according to the "Ijma" or consensus of opinion of 'Ulema (scholars) of Islam, because of their following anti-Islamic beliefs: they believe that a Mr. Ghulam Ahmad Qadiani was a prophet of God (when Mohammed was the last Islamic prophet) and that he was also the Messiah Jesus son of Mary (when the true Messiah was born without a father and is supposed to be buried by the side of Mohammed in Medina, Saudi Arabia after his second advent and not second birth) or that Ghulam was Imam or Mujaddid or revivalist of faith (but he was not a Muslim as shown above then how on earth can he be Imam or Mujaddid who are supposed to be virtuous Muslims) etc. He praises Sardar for "intellectual boldness and courage" and states that "such scholars, if they do emerge; will be able to work and write only in the relatively freer atmosphere of the West". It is true that there is now the Islamic freedom of expression and speech and many other Islamic virtues needed for progress in practice in the West. It is also true that there still are many fanatics and highly prejudiced people in the modern western society who will be more than glad to do whatever they can to misrepresent Islam and Islamic teachings. "Intellectual boldness and courage" really lies in exposing their mischieves and mistakes, and in presenting the truth about Islam, Muslims and science, on the basis of Qur'an and Hadith as believed by about 1000 million people in the world or about 1.5 million Muslims in Great Britain today. This growing and expanding religion goes very well with science indeed!

— — —

Ashraf Ali Thanwi (1976, Darul Uloom, Karachi 14) has rationally and logically explained temporality of matter, prophethood, revelation, miracles, ijtihad, realities of angels, jinns, satan or the devil, events in the grave, heaven, hell, the bridge, the balance, destiny, worship, mutual transactions, politics, social customs, and moral attitudes, etc. Only Darwin's theory of evolution and its implications concerning the origin of man was an apparent contradiction which I have solved in my book (*Islam, Darwin and Atheism*, 1981, Urdu with English summary, Dini Book Depot, Delhi). It can be said that had Darwin studied and considered the evidence from Qur'an and Hadith as well, then his conclusions would have been identical to mine or conversely, if I had not studied Qur'an and Hadith at all I would have also formed the same opinion concerning human ancestry as did Darwin. Taking into consideration all the available facts of science on this subject and including the living miracle of Mohammed (i.e. Qur'an) the following conclusions emerge: polyphyletic origin of life, human origin not on planet earth (unlike the origin and evolution of all other animals and plants on earth according to phylogenetic systematics), all similarities between man and apes and monkeys due to common mode of life and convergence but not due to homology or common ancestry, and transformation of certain evil people in the past into ape-like creatures and then extinction as punishment from God which seems to explain the fossil remains or possible connecting and missing links of earlier anthropologists. Qur'an tells us "wa qulna lahum koonu qiradatan khasein" and We told them: be apes wretched! Scientists and others wishing to exercise their intellect and reason that is not opposed to just one religion will be glad to read the books quoted above.

Intellectual Boldness and Courage in Islam

Abdus Salam (*Nature* 287: 761-762, 1980) hardly a great authority on the religion of Islam and if himself

part of the learned jurists of Islam, and Qiyas-ul-Mujtahid or Inference by analogy by a recognized authority or master of Islamic Law. The last of these is Ijtihad and has been misunderstood by Sardar and the very small minority of "ghair-muqallids" or those opposed to "taqlid" among Muslims. In reply I shall quote from by book (*Milad-un-Nabi—Birthday of the Prophet*, 1981, Dini Book Depot, 4160 Urdu Bazar, Delhi 6) from the "Scientific and logical background of the Prophet's religion (Islam)": "In those cases where an injunction of Shari'ah is not obviously explicit but rather veiled, the unveiling deduction and inference or Qiyas is quite natural and is proceeded by searching the nearest injunctions in Qur'an and Hadith, resembling in essence, peculiarities and characteristics, identifying the cause or root of the injunction, looking for this cause in the new situation, and if the cause or roots are identical then by analogy the same injunction will be validly inferred here too. The real basis is, therefore, Qur'an and Hadith, and Qiyas-ul-Mujtahid only manifests the injunction. The purpose of Qiyas (or Ijtihad) is neither to alter nor distort an explicit injunction (as commonly misunderstood) but to extend and to apply an injunction where needed. Not every man has the right to do Ijtihad, special education in Islamic subjects and training in piety are pre-requisites but since the standard in religious knowledge, practice and piety has obviously fallen short now, it is not only wise but necessary to follow (in 'taqlid') the earlier established masters and Imams of Islamic law (such as Abu Hanifah, Malik, Shafe'i and Ahmad ibne Hambal). Muslims now, more than ever, need to learn and practise the golden rules of Shari'ah and progress already known to us. We do not need new rules, new ijtihad, new Shari'ah, new Qur'an, new prophet or new religion. Islam has been perfected by God and all Muslims believe in that. If you are in doubt, may be you are not a Muslim.

There is no contradictory contrast between science and Islam. In his "*Answer to Modernism*" Maulana Mujaddid

all actions and deeds will be judged according to one's intentions as prophecized by Mohammed, the last prophet of Islam.

Qiyas-ul-Mujtahid, Taqlid, Science & Islam

The root-cause of the scientific decline was altogether missed by Sardar (1980) and *New Scientist* (1980) and some others when they say "in the end, it was sectarian conflict, analogous to the schisms within Christianity, that brought Islamic science to a temporary halt" or "taqlid (is) the tyrannical attitude of passive acceptance", or "the antithesis of taqlid is ijtihad (or qiyas-ul-mujtahid), or "essentially, the rediscovery of Islamic science is the rediscovery of the moral and ethical principles of Islam", or "there is hardly a graduate who does not wish the hold of taqlid to break away and disappear" or for a Muslim student of science in the West the scientific education is "different and hostile to his basic religious beliefs", or "the contemporary Muslim scientist is in a continuous state of tension" (between Islam and Western science), or when Ibn Rushd in his final chapter of a book (against Imam-al-Ghazali) admits for the fear of Allah and as a Muslim his mistakes and errors, is it truth or humility without truth as Sardar (1980 : 216) misunderstands the "apology for taking the reader's time and... for forgiveness both from the reader and God for his errors, excuses and stumblings" for if he did not mean what he wrote at the end how does one know if he meant what he wrote earlier in the same work. The message of and the lesson that one may learn from all scientific or other activities of a good practising Muslim is nothing but complete submission to the will of God (Islam) and particularly Islamic beliefs but "Islamic science", which is nothing but science whether developed by Muslims or by others and this is because science is definitely not opposed to either Qur'an or traditions and Sunnah of Mohammed. The truth of science like all other truths are Islamic in nature no matter who says so, but what is said is that really matters.

The sources of Islamic law or Shari'ah are four: Qur'an, Hadith, Ijm'a-ul-Ummah or the consensus of opinion on the

for each and every action but a non-believer will be held responsible for lack of faith and belief only for which the punishment in the hereafter is eternal hell, and that leaves nothing more to be accounted for. If a Muslim sins and does not repent he may be punished in this world as well, and thus there can be no unity, progress and scientific advancement among Muslims unless they follow Islam completely. This is the Islamic solution of Muslim problems and a pre-requisite for the re-birth of science in the Muslim society as a whole.

When there is no conflict between science and Islam, there is no such thing as "reconciliation of science and Muslim society". But there is a very great need for Islamic knowledge and practice among Muslims by all means and this is the only needed "reconciliation" or better remedy for the individual Muslim and his society now. Let me also correct what "the science developed in Islamic countries... will differ qualitatively from the Western tradition" should really have been. There is no real difference whatsoever in science whether it is developed by Muslims or by others or whether developed in the east or the west but there is a real difference between a practising Muslim scientist and others. With Islamic intent and motives in the heart, the scientific discoveries and activities of a Muslim scientist are reminders of God or "Zikr" of God and hence acts of worship just like the prayers and other Islamic obligatory duties towards God, towards fellow-human beings and other creatures, and towards one's own self (*vide, Islamic rights and duties* by M. Abdullah, 1981 *in English Bahishti Zeuar* by Maulana Mujaddid Ashraf Ali Thanwi, Dini Book Depot, 4160 Urdu Bazar, Delhi 6). Since the intent is in the heart and is hidden, one may or may not detect for sure any difference in the scientific activities of a believer in Islam and a non-believer in this life but on the Day of Judgement and in the Hereafter there will be no doubt left when

The rest of my paper deals with corrections that are briefly discussed below. *New Scientist* (88: 203, 1980) is most certainly wrong in diagnosing the "root of the unease" of "relations between the West and the Islamic countries" as "religion" as far as Islam is concerned. This is because Qur'an (5: 82) tells a believer "And thou wilt find the nearest of them in affection to those who believe (to be) those who say: Lo! We are christians. That is because there are among them priests and monks (*i. e.* persons entirely devoted to the service of God, as were the Muslims), and because they are not proud".

Islamic Teachings on Progress

The West is wrong in thinking that Islam "is a drag on world progress". A true Muslim and a good Muslim society must make progress, because this is a Qur'anic obligation and order "Fastabiqu" from God. The required result can be achieved, and has been achieved by earlier good Muslims by practising the golden rules of progress based on Qur'an and Hadith, which unfortunately we neither learn nor practice these days with the exception of a very few. These are: (1) Knowledge and practice of the Shari'ah of Mohammed in worship, transactions, way of life, habits, manners, behaviour and morals. (2) Extreme humility and kindness towards other believers as in Qur'an "Azillatin 'alal moomineen". By practice and self-control will develop the desired virtues of selflessness, unity, concord, harmony, forebearance, endurance, patience, toleration, organization, management, administration, uprightness, perseverance, independence; freedom, etc. (3) Being punctual, always on time, and staying away from all such people or places where time is wasted or spent in sin. Instead, occupy yourself in good deeds and with good friends. (4) Never follow your personal likes and dislikes and emotional feelings alone but always first think of the result, always use your head, intellect and reason, and consult or seek advice from your well-wishers and qualified pious people. The reason why Muslims can not make progress in following other people in sin is that a Muslim is responsible

Rights and Wrongs of 'Islamic Science: A new renaissance'

by

Professor Maulana Mohammad Abdullah,* Ph. D.
16 New Park Court, Brixton Hill, London S.W. 2,
Tel. No. 01-6710844

Dr. Mohammad R. Siddiqui of the Commonwealth Institute of Helminthology, St. Albans, very kindly sent me photocopies of the papers discussed below., *New Scientist* (88: 203, 1980) is obviously right in stating the following facts: "to be sure, some of the world's finest scientists are or were Muslims", "there is no fundamental...conflict between science and Islam", "indeed, until the 17th century, Islamic [=Muslim] science was sometimes centuries ahead of Europe's", and "the historians of western science [should]... acknowledge (as they have not done) how much the girth of modern science in Europe owed to Islamic forerunners", etc. Sardar (*New Scientist*, 88: 213, 1980) reflects the feeling of all Muslims when he states "Western historians of science have systematically and consistently played down the contribution of Muslim scientists to civilization", "the Qur'an and the traditions of the Prophet Muhammad are saturated with references to learning, education, observation, and the use of reason" (*op. cit.*: 214), for early Muslim scientists, "science was integral to Islam and equivalent to (or a source of) piety", and they "considered their (scientific) work to be acts of worship", etc.

* The author is listed in the American "World Who's Who in Science", 1968 and the British "Dictionary of International Biography", vol vii. 1970. London, etc.

and inference or Qiyas is quite natural and is proceeded by searching the nearest injunctions in Qur'an and Hadith resembling in essence, peculiarities and characteristics, identifying the cause or root of the injuction, looking for this cause in the new situation, and if the cause or roots are identical then by analogy the same injunction will be validly inferred here too. The real basis is, therefore, Qur'an and Hadith, and Qiyas only manifests the injunction. It is not the same thing as the modernist erroneous expression: in my opinion, I think, it appears to me, etc., about a new situation without reference to a report or even in old situations without need for these proceedings due to a clear injunction already present. The purpose of Qiyas is neither to alter nor distort an explicit injunction but to extend and to apply an injection where needed. Not every man has the right to do Ijtehad, special education in Islamic subjects and training in piety are pre-requisites but since the standard in knowledge, practice and piety has obviously fallen now, it is not only wise but necessary to follow the earlier established masters and Imams of Islamic Law.

The modernists are, therefore, wrong in interpreting Qur'an, ignoring Hadith, refusing to accept Ijm'a or consensus, and mistaking Qiyas to their personal selfish opinion. May Allah guide us to the right path of Islam by learning and understanding the scientific and logical background of the Prophet's religion. Ameen! Wa sall-Allah-o'alan-Nabi (Peace and blessings of God be upon His last Prophet and Messenger).

8. It would be wrong to treat Ijm'a as a mere personal opinion because on the grounds of authentic report (Qur'an and Hadith) the upshot is the following regulation : if the Ulema or learned scholars of a particular age come to agree upon a particular issue, their opinion is binding, whether it pertains to beliefs or to actions and deeds, and in the presence of such a consensus, to follow one's personal opinion is to be misguided or to go astray. Since consensus is a definite argument, a denial of this law amounts to opposition of both the Divine and the Prophetic code and is very serious indeed. It is also logical to give preference and more weight to the majority opinion over an individual view. In view of the fact that there is a very marked decline in Islamic knowledge and practice now-a-days, it would be wrong for any consensus now to supersede an earlier consensus. However, if a new matter or problem arises, then a consensus of the Ulema of our time will be valid because of the need.

It makes good sense both traditionally and rationally to act upon a stronger argument but when the consensus is on off side of one argument then the opposing argument loses force automatically. Think: it is a big error to oppose a statement in Qur'an or Hadith, but it is just impossible for consensus to go wrong. Consequently, consensus can not possibly contradict a report, and that report which agrees with the consensus is obviously preferable. For example, according to consensus you may not combine tow consecutive obligatory prayers or Salah exept in a travel or with a valid excuse, even though an apparently contradictory Hadith exists in Tirmidhi. Another example is the call of prayers (Adhan) at the time of the false down in a Hadith in Tirmidhi but the consensus supersedes and prohibits it.

G. Concerning Qiyas-ul-Mujtahid or Inference by Analogy by a Recognized Authority or Master of Islamic Law, the Fourth Source of Shari'ah :

9. In those cases where an injunction of Shari'ah is not obviously explicit but rather veiled, the un-veiling deduction

the scientific nature of the investigation is beyond reasonable doubt. A narrator was to be encouraged by the Prophet's prayer "May Allah grant happiness to the man who heard what I had said, then memorized it, preserving it intact, and transmitted it to another exactly as he had heard it" and was also to be seriously warned of the mistakes by another Hadith: "The man who falsely attributes to me something which I have not said, should take it forgranted that his resting place is hell". According to a logical principle it would be wrong to criticize a particular Hadith or reported fact on purely speculative rational ground alone. It may appear improrbable or opposed to habit but it is still not impossible or opposed to reason after all.

Even if rarely the words were not preserved it is quite reasonable to give credibility to a man who is close to the speaker (the Prophet) and knows him very well indeed (much better than we now can), understands his speech in the light of the context, the situation, the tone and the accompanying gesture, as correctly as no one else ever can. Consequently, the insight of the companions in the Qur'an and Hadith must beyond doubt be as trustworthy as the understanding of them by others remote in time and by us can never be. It would most certainly be wrong to reject Hadith against your own reasoning given that you are quite low on the scale of piety, zeal and theoretical religious knowledge and practical application of the knowledge in every day practical life in every walk of human life. There are, offcourse, varying degree of authority of certain traditions so that final injuctions may not be established on them in Islam but it is still obligatory to obey them as approximate injunctions al o are part and parcel of the Islamic Shari'ah.

F. Concerning Ijm'a-ul-Ummah or the Consensus of Opinion on the Part of the Learned Jurists of Islam, the Third Source of Shari'ah :

(5) Well-known (Mash-hoor): with at least three different reliable authorities, or widely disseminated later but originally transmitted by one person in the first generation. (6) Weak (Dha'eef): with some defect either in Asnaad or in proper understanding of the transmitter, or its contents are not in perfect agreement with an Islamic belief and/or practice. (7) Forged or Fabricated (Maudh'ou): false (8) Forwarded (Mursal): where Asnaad stop at a successor of a companion (Tabe'i) or the second generation after Mohammed (peace be upon him). (9) Traced Directly (Marf'oo): traced back to the prophet. (10) Deceptive (Muzila): where a narrator hides ("tablees"), the name of his teacher and instead cites his grand-teacher. (11) Isolated (Shaaz): where a less authentic narrator contradicts a more authentic one. (12) Disapproved (Munkar): where a weak transmitter opposes one quite authentic and reliable one. (13) Disjoined (Munqat'a): where a link is either missing or only doubtfully known. (14) Joined (Muttasil or Mausool): chain of narrators complete or unbroken upto the Prophet or his companion. (15) Broken (Maqtu'o): chain broken at the tabe'i or successor level. (16) Suspended (Mauqoof): chain broken at the companion level. (17) Holy (Al-Hadith al-Qudsee): directly attributed to Allah in His own words. (18) Joined and Traced (Marf'oo Muttasil): directly upto the Prophet. (19) Inserted on Interpolated (Mudraj): where the narrator has substituted some of his own words in the text. (20) Renounced or left out (Matrook): with narrator only, taken as weak or Dha'eef as the reliability is not above doubt. (21) Respected ('Azeez): same Hadith separately reported by more than one narrator. (22) Single (Ahad): a Hadith with one narrator only. Pleas note that the sayings of a companion (Sahabah) are generally known as "Aathar"

It would now be wrong to say that the traditions are not authentic or are unreliable in text or narration and the sect calling itself as "Qur'aniyah" has gone astray as you have already noticed. The narrators of Hadith have been critically examined concerning their strong memory, zeal, piety and

3 : 32, 53, 81, 132 ; 4 : 13, 14, 59, 61, 64, 69, 80, 100, 115, 136, 170, 5 : 92, 99 ; 7 : 157, 158 ; 8 : 1, 13, 20, 46; 9 : 3, 24, 29, 59, 62, 63, 65, 71, 80, 84, 86, 97, 128 ; 14 : 4, 24 : 54, 56, 53 ; 29 : 18 ; 33 : 21, 22, 29, 33, 36, 53, 57, 71 ; 47 : 33 ; 48 : 9, 13, 14, 26, 27, 28, 29 ; 49 : 1, 3, 14, 15 ; 57 : 7, 8, 28 ; 58 : 4, 5, 8, 9, 13, 20, 22 ; 59 : 4-8 ; 61 : 9, 11 ; 62 : 2 ; 63 : 5, 7, 8, 64 : 8, 81 : 19 ; 98 : 2 ; etc.

It is a shame if you are still ignorant of the fact that the earlier scholars of Islam have already fully established the anthenticity and validity of Ahaadith (see the following classification) and this was accomplished with such precision, devotion, labour and skill that made the science of narration something unique to Islam and it just is not possible to improve upon them anymore. Hence, it is both wise and logical to accept them by putting your trust upon them. As far as narration is concerned (or take anything essential), this religion is perfect and nothing is wanting now. Exercises in induction, deduction and reciprocal illumination etc., were extensive, intensive, and comrehensive enough to consider and pronounce upon the remotest possibilities of guidance in everyday life. Thus Islamic Jurisprudence (Fiqh) evolved, developed and progressed to guide us in all our affairs, temporal as well as spiritual, and shall continue to do so in the future as well since you as Muslims have already agreed that it makes good sense to believe that God is Wise and knows everything.

A Hadith consists of (1) "Asnaad" or chain of transmission and (2) "Matan" or the text, and is already thoroughly checked, rechecked and finally classified as follows: (1) Sound or Faultless (Saheeh): Both Asnaad and Matan strong. No implication against any established belief or doctrine. (2) Approved (Hasan). As Saheeh, except some of its narrators were suspected of comparatively poorer memory. (3) Peculiar or Obscure (Ghareeb): where there is only one Sanad at any stage. (4) Continuous (Mutawatir): with large member of narrators belonging to different times.

follows : (1) Based on a definite and conclusive argument as well as with definite significance. (2) Based on an approximate argument as well as with an approximate significance. (3) Based on a definite argument but with an approximate significance. (4) Based on an approximate argument but with a definite significance.

6. There are those modernists, hardly great scientists themselves from our standards, who shamefully insist on explaining Qur'an giving secondary fanciful interpretations by which to prove or confirm every present day scientific idea, thought, hypothesis or theory which any true scientist knows very well that could be changed, modified or even proven wrong tomorrow. Now you can understand that this is not a service to Islam and your this approach is both irreligious and unscientific. Qur'an is not a text or reference-book of science as such but there is on the negative side not a single thing in it contrary to facts and laws of science, and on the positive side there are strong recommendations and encouragements for scientific discoveries and progress including the scientific approach and the search for system and truth. There is no contradictory contrast between science and only one modern religion, Islam (as in the seventh principle). Let us, therefore, sincerely learn, believe and practice Qur'an and Hadith as was accomplished by the noble companions of the Holy Prophet (peace be upon them) and their pious and faithful successors ("Auliya" or saints) till the present time.

E. Concerning Hadith or Traditions of Mohammed, the Second Source of Shari'ah :

7. The actions and sayings of the Prophet are the only valid explanation and commentary of Qur'an and the only means of settling differences if and when they may arise. To follow the tradition or Hadith and Sunnah is to obey the Qur'an and vice versa, see for example the following Qur'anic verses : 9 : 33 ; 5 : 3 ; 69 : 7 · 2 : 108, 143, 279.

(54 : 22), guarantee of the absolute purity of text prophecized (41 : 42, 85 : 2, 22, 15 : 9); Mohammed's success prophecized (74 : 11, 87 : 8); victory and position prophecized (93 : 5, 17 : 79, 22 : 51); safe migration or Hijrah to Medina (28 : 85); protection promised to Mohammed (52 : 48, 5 : 70, 86 : 15-16, 66 : 4); his enemy, 'As bin Wa'il died without posterity (108 : 3); Mohammed's vision to visit the grand mosque of Mecca fulfilled (48 : 27); historically the last world Prophet and messenger (33 : 40); death after successful completion of message (21 : 34, 13 : 40, 23 : 93, 3 : 144, 43 : 41); protection from extinction and aid promised to Muslims (5 : 59, 22 : 40, 22 : 38, 41 : 13, 31, 3 : 125, 2 : 257); Romans victory over Persians and Muslims victory over the Pagans (30 : 2-6); Muslims victory over Romans and Persians (24:55, 9 : 16, 58 : 21-22); Muslims victory over Quraish (48 : 1); Christians may be friends of Muslims (5 : 85); man can reach the moon with power (55 : 33-35, 15 : 16-18, 6 :165, 2 : 30, 53 : 32, 57 : 4); hypocrites of Medina exposed (9 : 94-96); Abu 'Amir's mosque of the mischief demolished (9 : 107); expulsion of Jews from Medina (33 : 60); squibbles and arguments between Jews and Christians (2 : 113); enmity and divisions among the Christians (5 : 15); conversion to Islam of Quraish chiefs (60 : 7); wars with Persians and Romans (48 : 16); fall of Abu Jahl (75 : 31-35, 96 : 9-10, 15-16); earth is round revealed some 1400 years ago (14 : 48, 84 : 3-4), etc.

5. It would be wrong to assume or pretend that all the injunctions of the Islamic Shari'ah, are contained in one source, Qur'an and no muslim is right in mind who proposes or goes about proving everything about Shari'ah exclusively from a single source neither does anyone has the right to demand such an argument for anyone of the obligatory or non-obligatory injunctions or prohibitions or recommendations of Islam from us. There are four sources of Shari'ah, and their arguments, offcourse, vary in force and degree of validity, even as the respective subjects of these arguments or the injunctions that are sought to be proved, vary as

D. Concerning Qur'an, the Truest Report (Riwayah), the Living Miracle of Mohammed and the First Source of Shari'ah (Islamic Jurisprudence or Islamic Law) :

Not a single scientific fact or law is against the factual report of Qur'an and Hadith, and this is true of Islam alone and true of no other religion today (as in the seventh principle). It is claimed (and repeatedly challenged in the Koran or Qur'an) that the like of it can never be written again. The style, language and eloquence of Qur'an, the message it carries, the impression it leaves, the information about the unseen, the guidance it offers for humanity, and the absolute purity of its text—all confirm its miraculous and truly Divine nature. A fair-minded and critical student of sciences or arts is indeed invited to test and to judge for himself or herself "the prophecies of the holy Qur'an" (by Hingora, Q.I. 1969, S.M. Ashraf, Kashmiri Bazar, Lahore, Pakistan) and to compare the stories of Qur'an and Bible for consistency, accuracy, truth, guidance, etc. (vide, Muhajir, A.M.R., 1973 Lessons from the stories of the Qur'an. S.M. Ashraf, Pakistan). A glance at the historical prophecies and on the validity and authenticity of the report (Qur'an) is more than enough to convince any honest reader of the scientific and logical background of Islam : revelation of entire Qur'an and complete book was prophecized (Qur'an, 72 : 5 and 87 : 6) and actually completed in twenty-three years (5 : 3); challenge to the world to produce a book, a chapter or Surah, and even a verse like it (10 : 37-39, 17 : 88, 2 : 23-24) while keeping in mind that Mohammed (sall-Allah-o-'alaihe wa sallam) was himself unable to read or write-"ummi" (12 : 3, 7 : 157, 42 : 52), could not himself make or produce a verse (69 :43-47), could not change or modify a verse (66 : 1, 33 : 37, 9:43, 80 : 1-10, 13 : 37, 17 : 74-75), and if you still think Mohammed could "invent" Qur'an, then by God why don't you ?; Qur'an can be easily memorized and millions of Muslims but no other peopel recite their entire holy book by heart, especially during Ramadhan, the lunar month of fasting

and tolerate individual loss for the sake of public good? It is our present way of life where the majority does not follow Shari'ah that needs to be changed by active Da'wah and Tableegh, because it is the only cause of tension and real source of all existing difficulties. If you accept that the Legislator God is perfect in His widom and is also Omniscient, then surely it follows logically that he can and indeed has framed the laws of guidance for humanity to fulfil the needs and requirements of all the people, all the time, till the end of the world. It is, therefore, absurd to say that the changing requirements of age and time justify human changes or secondary new interpretations of Qur'an and Hadith. The reported injunctions are, off course, ends in themselves.

According to Islam, it is heresy and logic supports it, that any secondary and new interpretation, distorting or annulling of Qur'an and Hadith or inventing of personal raison d'etre of a commandment of Shari'ah (other than the testing of one's fidelity and faith) could result in more than one opinion without a genuine rational criterion for preferring one opinion over another. According to the rule that when two propositions contradict each other both are overthrown and declared invalid, and through this process of elimination a stupid person by unnecessarily calling for "Ijtehad" but without knowing the subject or by mistakenly advancing similar artificial rationalizations for secondary injunctions of Shari'ah would foolishly support the enemies of Islam by giving them a permanent position for disputing and negating the Islamic injunctions. There is no need whatsoever for "Ijtehad" now but there is no doubt a great need for Da'wah of Islam and for Tableegh of the Shari'ah.

C. Concerning Prophethood of Mohammed :

4. Denial of Prophethood is the denial of God meaning impossibility of salvation and eternal hell, since the Qur'an confirms, "Mohammed is the Prophet of Allah" (48 : 29). Also, see second and fifth principles.

(4) Considering a precedent as a final proof, never rely on it completely while advancing proposition or demanding a precedent from the opponent even though he has established his case on the basis of an argument (fifth and sixth principles).

(5) Never demand a rational argument for a thing which is rationally quite possible (fifth and sixth principles).

(6) Never confuse the improbable with the impossible. They are two different things.

(7) Never confuse the habitual with the rational, as they are not synonymous.

Answer to Islamic Problems and Examination of Criticisms

A. No Secularism in Islam and Hadith-ul-Ta'bir :

1. According to Qur'an "when Allah and His prophet have pronounced a judgement, it is not permissible for a Muslim man or woman to exercise a (different) personal choice in his or her affairs. And whosoever disobeys Allah and His prophet has clearly lost the right path" (33 : 36). This conclusively establishes that Islam and Shari'ah are concerned with this world as well as the hereafter. In a Hadith, the prophet said "you yourselves know better the [scientific] affairs of your world" in favour of an opinion (not injunction) regarding science, biology, sex : artificial pollination of female palm-trees in Medina. This clearly shows that he urged us to investigate, to do researches in sciences and technology for our Islamic good.

B. Concerning Shari'ah :

2. It would be wrong to say that the Shari'ah and Islam are very restrictive and hard to practice because is there any system of law in existence which does not entail

(3) When the argument based on report (Qur'an and Traditions) is final, but the rational argument is approximate, one has no choice but to accept the former in a contradictory contrast. For example, against the origin of man from evolution as taught in Anthropology now and his classification as a member of the Animal Kingdom according to Phylogenetic Systematics in Zoology.

(4) Reason and science will be given precedence over tradition and report in Islam only when the rational argument is final but the report is only approximate either in respect of its connotation on its authenticity. In this situation alone the approximate argument based on report can be accepted by bringing it into harmony with the rational argument, and a secondary non-literal interpretation of this type alone is allowed in our religion.

(5) When the argument based on report is approximate and the rational argument is also hypothetical and speculative, or when the former is final but the latter is hypothetical, it is wise and even necessary to accept the report and reject the reason in the hypothetical state of knowledge.

Some of the mistakes during a rational argument or a logical discussion are ignorance of the seven principles explained here, and the common errors are corrected and advised below :

(1) Never give absolute precedence to a rational argument over an argument based on sound report (seventh principle).

(2) It is wise not be predict from incomplete evidence or to generalize from a particular rational argument (conjecure or induction).

(3) Never try to explain artificially the subsidiary injunctions of the Shari'ah on a false or speculative or hypothetical or imaginary rational basis.

wise to accept on argument based on report and be at best sceptic of the speculative scientific arguments, until future discoveries and later interpretations and revisions have them finally confirmed or rejected. This is in light of the following principle where a contradiction is possible or appears so between a rational argument (science) and on argument based on report (Shari'ah or religion) :

(1) There can be no contradiction (as validly claimed by Islam) between final (in respects of both authenticity and connotation), conclusive, and certainly true arguments of science or reason on the one hand and Qur'an and Hadith on the other. This is because it is impossible for two truths to contradict each other, and a non-believer is now again challenged to produce a single example from Qur'an and Hadith just as he or she is again challenged to produce a verse like the Arabic Qur'an given that millions of Christians in the Middle East to day, and many Western university Arabic, Oriental and Islamic Studies departments are as good today as their Muslim friends in their knowledge of the language of Qur'an (= Koran).

(2) When both the arguments are approximate or not final and conclusive, it is wise and even necessary to accept the argument based on report literally as the basic sense in all words is the literal and apparent one, while not accepting the connotation of the rational or scientific argument, as valid at the time but wait for further researches and later interpretations and revised views when till will tell. It is dangerous "innovation" or "Bid'ah", and it would certainly be wrong to attempt to reconcile the report with the rational argument by turning it away from its obvious and literal sense and artificially creating secondary interpretations. It is also absurd and irrational to fully accept as finally valid any hypothetical scientific argument (and I shall know what I am saying as God has made one a world authority in science, Al-Hamdo-lillah!).

V. Fifth Principle. It is not possible to prove a purely reported fact (as in Qur'an and Hadith) by a purely rational argument. Consequently, it would be wrong and illogical to demand such an argument. Take for example, the coming of the Day of Judgement, the resurrection of the dead, life after death, etc., and other purely reported facts, it would be quite sufficient to make it absolutely clear to those who raise objections that there is no argument to prove that these reported facts are rationally impossible, even though one may not understand them but as explained in the first principle, all these facts are indeed rationally possible, and, furthermore on the character of the trustworthy and truthful Prophet Mohammed (sall-Allah-o-'alaihe wa sallam) and applying here the second scientific and logical principle we logically believe in conclusion everything that the Prophet, the Qur'an and Islam teaches to humanity for all times.

VI. Sixth Principle. An argument (reason advanced) and a precedent (previous case taken as example for subsequent cases or as justification or rule or pattern) are not one and the same things. It may be alright to demand an argument from a human being who makes an assertion (insistence upon a right; affirmation or positive statement), but it would be wrong to demand a precedent from him. The obvious mistake is to consider as necessary what is un-necessary. According to this scientific and logical principle, it would be wrong to demand a precedent for everything that has been reported in the Qur'an and Hadith (also, see the fifth principle to further your understanding).

VII. Seventh Principle. There are some misguided, mis-informed and ignorant people who feel that all rational and scientific arguments (Dirayah—even theories or mere hypotheses of doubtful nature) must have an upper hand on our final reported Islamic teachings (Riwayah—Qur'an and Hadith) and they talk non-sense by wrongly giving the latter and final agruments a subordinate place and position compared to the former hypothetical, speculative and uncertain arguments of doubtful validity. In all such cases, it is

to reason and is not necessarily impossible or false (*vide* third principle).

III. Third Principle. It is necessary to reject the impossible outright merely on the ground of its being impossible, but it is not even permissible to reject or to deny the improbable (simply because it is opposed to habit and therefore improbable) unless offcourse there is an argument for its rejection when the improbable could become impossible and contrary to reason. What is rationally impossible is something entirely different from what is merely improbable. The impossible is opposed to reason itself, and the improbable is opposed to usual habit. The predicates of reason and those of habit are quite distinct, and it is a big mistake to misidentify them as one and the same. What is impossible can never exist and is irrational too, but what is merely improbable can and may exist because it is something that reason cannot understand by itself without a sound report (Qur'an and Hadith). You would go wrong by confusing the two or by missing the point of distinction. All denials of clear and obvious Qur'anic statements and all unnecessary and false modernist interpretations are obviously wrong according to this scientific and rational principle.

Some of the examples are location of heaven and hell, talking or communication by individual parts of body, by tongue etc. in the hereafter and life after death.

IV. Fourth Principle. It is not at all necessary for the existence of a thing to be perceptible, sensible or visible for justification to a human being. It is equally wrong to reject as non-sense, rubbish or non-existent a fact on the mere ground that it is not perceptible by our senses. Qur'an and Hadith (from the second principle) may guide you now.

Some of the examples are angels, Jinns and devils, plurality of earths and heavens, the ascent or ascension or Me'raj of the prophet Mohammad (sall-Allah-o-'alaihi wa sallam)—also see second principle.

exceptions to the rule called miracles, the most important and the living miracle of the un-lettered educator Prophet Mohammed (sall-Allah-o-'alaihe wa sallam) available as a universal challenge for scientific, logical, literary and all sorts of studies now throughout the world is the Qur'an—a perfectly true report indeed! (See the second and the fifth principles also). Mesmerism and conjuring tricks are, however not supernatural events, there being a hidden physical basis as is well known to the experts.

II. Second Principle. If a thing is rationally possible, and its existence is attested by sound report (Qur'an and Hadith), then it is necessary to accept its existence. On the other hand, if its non-existence is attested by sound report, then it is equally necessary to accept its non-existence. Consequently, in all cases where reason neither dictates as necessary nor impossible but clearly admits equal probability of its being true or false or where existence and non-existence are both equally probable (*i.e.* possible), final judgement of the debated argument can be made on sound report only.

Some of the examples are atheistic denials or non-explicit, non-literal, far-fetched, secondary and mistaken interpretations of modernists regarding prophethood (Nubuwwah), revelation (Wahy), angels (Malaikah), Jinn and Satan, etc., as reported in the Qur'an and Hadith but all these can be better understood and explained by the seven principles of scientific and rational agrumentation by Hazrat Mujaddid Thanwi. Similarly, the events in the grave, the realities of the other world, the hereafter, heaven, hell, the bridge (of "Sirat"), the balance (of deeds and the weighing of scrolls), sun rising from the west and not the usual east on doomsday, destiny, Divine Will, promise of reward and threat of punishment from Qur'an and Hadith in case of mutual transactions, politics, social customs; moral attitudes and mental attitudes, etc. can be easily understood once you remember that what is opposed to local habit is not opposed

suicidal and extremely dangerous for physical and spiritual health to do so without clearly understanding the seven principles and their applications, so beware !

I. **First Principle.** If a human being is unable to understand or comprehend a certain thing which causes him great astonishment and perplexion, he is still not necessarily entitled to deny its existence and it would be wrong to argue it as being false in the absence of any clear and definite concluding argument based on "Report" ("Riwayah" : Qur'an and Hadith or Traditions) or "Reason" ("Dirayah"). On the other hand, the knowledge that a certain thing does not exist means that human mind can produce a sound argument, rational or based on report, to prove its non-existence. The distinction between our inability to understand and what is "false" is important and must not be forgotten in any religious and scientific discussion.

Some of the examples of what may appear to be improbable but certainly not impossible facts are, temporality of matter, existence out of nothing or creation, worship and as in second and seventh principles, when Qur'an (2 : 117) reports, "(Allah) has created the heavens and the earth out of nothing" or when the holy Prophet (peace be upon him) reports "Allah was, and there was no other thing with Him," then it is logical, scientific and Islamic to believe accordingly. It is a great sin and big error to transfer an attribute peculiar to God alone to something other than God. Consequently, the material world is not eternal, but created and temporal.

Another example, and a serious mistake among Westernized or communist-styled people is to negate one attribute of the perfection of God, His Omnipotence, His Infinite Power and Divine Will, which is His habitual way or usual practice and which controls physical causes and everything in the universe and the usual laws of nature as well as the unusual or non-habitual or extra-ordinary or supernatural

object of Shari'ah is the quest for the pleasure of God and accordingly to discipline human beings in such a way that they may make the fulfillment of their obligations to the Creator as well as of their obligations to the creatures—the means of gaining the pleasure of Allah. Even if public good has been given precedence over an individual good, or due to a spiritual harm greater than wordly good a thing has been prohibited, it can be said in all fairness that the injunctions of the Shari'ah (or the laws of the Koran or Qur'an) yield the good of worldly life as well.

Our reformers know it quite well that these days virtues and vices are often confused or inter-mixed, and wrong and right are practically inter-changed by the public. Thus quite wrongly, progress is now the greed for money and social position; honour is pride; love for one's nation is blind-folded tribalism, statesmanship is deceit and cunning; keeping up with the march of time is nothing but hypocrisy; contentment is lack of initiative; acceptance of a resignation to the Will of God is idleness; religious-mindedness and strong faith is dogmaticism and fanaticism; more concern for inner beauty is debasing oneself; courtesy is meanness and pettiness of mind; fear of God and piety is whimsicality; and restriction of unnecessary mingling or free mixing with people is misanthropy, etc. Also, under cover of modern names, old vices are practically but quite wrongly virtues : questioning and false imputation of motives to others, injustice to and negligience of the rights of the poor, callous attitude towards the needy, humiliating others, lack of respect for others, slandering others, finding fault with them, especially maligning the Ulema and Masha'ikh or learned and pious people, exhibitionism, vanity and hypocrisy, squandering money, indifference to the good of the life in the hereafter, etc.

In this day and age, it is quite fashionable and perhaps healthy to talk too often and too much concerning rational and scientific discussions and arguments but it is rather

Scientific and Logical Background of Prophet's Religion—ISLAM

All the past, present and future scientific facts, theories, hypotheses, speculations, predictions and problems can be easily and clearly understood or resolved by a Muslim (scientist, philosopher, politician or modernist) by learning applying and propagating the seven scientific and rational principles and their applications to the Islamic Faith and Shari'ah as was ably demonstrated by the late Hakimul-Ummat Mujaddid Ashraf Ali Thanwi (see "*Al-Intibahat al-Mufeedah*" (Urdu) and "*Answer to Modernism*", 1976, Darut-tasneef, Darul-uloom, Karachi 14, Pakistan). Islam and Shari'ah cover and include the following : (1) "Aqaaid" or true belief, conviction, creed, doctrine, faith or metaphysics ('Ilmul-ilahiyyat), Revelation (Wahy), Prophethood (Nubuwwah), and life after Death and the Day of Judgement (Ma'ad). (2) "'Ibadat" or worship, prayers and service or the injunctions with regard to the relation between man and God (in Arabic, Allah) (3) "Mu'asharah" or way of life with all habits, manners, customs and behaviour according to Sunnah (the holy Prophet Mohammed's traditions—peace be upon him) or the injunctions with regard to the relations between man and society. (4) "Mu'amalat" or transactions, proceedings, business and other deals, or the injunctions with regard to the relations between one man and another. (5) "Tasawwuf", "Akhlaq", "Tazkiyat-un-Nafs" or Islamic mysticism, sufism, self-purification, morals, devotional exercises or "Zikr" or remembrance of Allah, or the injunctions with regard to the relation between a man and himself. No Muslim can possibly be a good Muslim unless he or she learns all the above five subjects constituting Islam and also practices them according to the Prophet's tradition or Sunnah and at the same time avoiding all sins and all "Bid'ah" or new things against Islam. According to Islam, the real

you find a particular character condition only in earlier fossils and another only in later or younger fossils, then obviously the first condition is primitive. You look at related forms (for example Anthicidae s e n s u m i h i) outside the group (suppose you are a student of Meloidae)—provided that they are not derivable from members of this group—and the similar characters or common conditions are primitive. You should keep in mind that some derivative characters are polyphyletic and some positive characters are subject to secondary loss as for example when they developed in adaptation to a certain mode of life which was later abondoned. You should also keep in mind the Meyrick's law or the Dollo's law that where the derivative condition involves the loss of something complex or phylogenetically ancient, it is not usually reversible and extremely unlikely to be regained in the same form. Other laws of evolution with limited applications and restricting qualifications are somewhat related to Dollo's law of irreversibility, namely, the Fechener-Rosa law and the Cope's law of the unspecialized or law of primitive stem form—the three sometimes called as the "law of Orthogenesis" or the "law of biological momentum "—an impressing name analogous to Physics but hardly justifiable in Biology."

directly adaptive features (as for example wolf and marsupial 'wolf') in different species not taken over from a common stem species or ancestor. "Parallelism" (homoiology or homoiogenesis) is the above process where the ancestral types were closely related such as in a monophyletic group where daughter species develop certain similar characters independently which was not found in their common ancestor. Here both habitus and heritage are similar.

A majority of taxonomists who are specialists in certain families or genera of plants or animals have failed to discover or determine character phylogeny i.e. which of two alternative conditions of a given character in a homologous transformation series or "morphocline" in a particular group is the primitive or "plesiomorphous" and which is derivative or "apomorphous" (not specialized, which is a wrong word). This is specially true for my group (Coleoptera) and you may have similar observations in your groups too. I shall mention here certain criteria or principles which I have used in deciding the primitive and derivative characters. The most important thing to remember is that if you have a phylogenetic classification of a group (such as that of the insect order Coleoptera as claimed by R. A. Crowson) then you would already have discovered the primitive and derivative characters as well as in which direction is the transformation series to be read.

If you cannot disprove the claim by giving scientific reasons, accept the facts of observations without giving any better interpretation or simply ignore the observations and interpretations by such ambiguous remarks as : I am not sure, the evidence is not convincing, more work has to be done before this is established, I have taken a conservative approach, I know more about it than the author, the claim has not won a general accetance,...etc., then the truth is that you do not understand the classfication or lack at present the scientific ability to deduce phylogenetic classification from observed facts, or both. You look at fossils in your group and if

etc. as used for the insect order Coleoptera) are defined objectively and are measurable in principle in years or generations depending upon the various degrees of remoteness of this common ancestor. A phenetic system based on morphological viewpoints or "totality of structure" (Crowson, 1967a : 106) exclusively would not consider genetics or cytology for example and place caterpillars and butterflies or moths in entirely different groups and would encounter serious difficulties involving stages of metamorphosis, polymorphisms and other semaphoronts that are genetically the same.

A great misunderstanding exists in the mind of many biologists who think of a taxonomist as someone who 'names' or 'identifies' only. I must make it absolutely clear that there are two things involved here classifying things and naming them which should be distinguished, and I am mainly concerned with classification here and how can an existing modern classification be improved? I also feel that meanings come prior to words, and have experienced this especially when I have to communicate an idea in German language which is not my mother tongue.

Since phylogeny can not be immediately known or observed, it has to be deduced from evidences for phylogeny in a formal or natural classification in my sense of the words. (Some authors have used 'formal' or 'natural' for phenetic classification.) The best known and long used evidence is from anatomy, both adult and immature stages, external as well as internal with careful investigations discovering primitive and derivative characters or character phylogeny, homology, analogy, convergence, parallelism, etc. (Phenetic or Aristotelean classifications are based on anatomical characters alone, usually of the adults only, without regard to the subjects considered below.) "Homology" is the belonging of characters to a phylogenetic transformation series and "homologous characters" are regarded as transformation stages of the same original character. "Convergence" is the occurrence of some characters by "analogy" or similarities in

3. FROM ZOOLOGISCHE BEITRAEGE, W. GERMANY, 19 (1) : 13–41, 1973 :

"The improvement of an existing modern classification in biology"

Biological systematics or classification of animals and plants (also called taxonomy, zoonomy, zoography, zoogony etc. by different authors) is of basic interest to scientists specializing in biology in all fields, and correct formulation, generalization and understanding is only possible in a phylogenetic system which expresses phylogenetic relationship of organisms (which I must emphasize is different from "similarity" or "totality of structure" especially when this is due to convergence or parallelism etc. for example) and has the character of genealogical relationships. A classification based on similarity or phenetic system of certain authors is not the same thing as a phylogenetic system and cannot be a general reference system as scientific knowledge increases or even with the present state of knowledge, at least in the insect order Coleoptera which is not only the largest insect order but also the largest order of the animal kingdom in which my studies have been largely confined over the past 13 years involving fossils, larvae and adults as well as certain non-structural characters of several families belonging to different superfamilies and suborders (**vide Abdullah**, 1960-1969d, and in Press or preparation). The phylogenetic system alone could theoretically represent the direct relationships to all other concievable biological system resulting from the historical developement of organisms. We define a "natural group" when we understand that all members included there share a "common ancestor" which could not be ancestral to others not included in that natural group, and various supra-specific categories (subgenera, genera, tribes, subfamilies, families, sections, superfamilies, series or infraorders, suborders

the same, the interpretations are not. If human beings are not animals, then where to classify them. Nobody will or does doubt the uniqueness of human beings among all creatures. Islam classifies them as "*vice-gerent of God*" on earth, and that everything on earth living or otherwise is for human beings, and that this earth is itself temporary, there being a life after death, and a day of judgement to come, paradise or hell, and then eternal life (as explaiend in Maudoodi, 1970 & 1971).

"Evolution is change (or origin) from a different previous condition" (Henning, 1966 : 197) and is a fact not at all inconsistent with usual "creation" as understood in Islam. This point of view has never been previously heard in the West, I do not find any discrepancy or inconsistency in Phylogenetic Systematics as a Muslim and Zoologist. Hennig's (1966 : 29) quotation (in the light of Maudoodi's 1970 and 1971 work means to me as follows) :"...we are justified if in all probability our (phylogenetic or scientific) system approximates more closely than any other the ideal system (or Divine plan of creation as mentioned in Islam : Koran and Hadith) that reflects the phylogenetic relationships absolutely correctly" (realizing the endless task of science of acquiring, discovering and revealing knowledge to which there is no end, and that absolute justice will be done on the day of judgement to come, where all efforts or deeds will be judged according to their intentions).

The saying, "God made the species, all else is the work of man" in English language is obviously wrong, and I shall modify it to read, God is the Creator of all, living or non-living, including His vice-gerent on earth, the unique species of human beings (not a member of kingdom Animalia or Psychozoa of Huxley) and for whom God created all other creatures."

"laws"—to look with contempt on phylogenetics"...."phylogenetic systematics and investigations of the course and conformities of law of transspecific evolution' are inseparably connected by the principle of reciprocal illumination" (checking, correcting and re-checking.)

In Islam, all human beings are considered as one species, all descended from a common ancestor, the first man and the first woman, who have had no ancestors in common with any animal, and who were not created on this earth, but came here afterwards (from paradise which is the permanent home). The first man (and woman) are not animals or members of the Animal kingdom, so that their resemblances with animals (and particularly mammals) is by convergence and not common ancestry. It is made quite clear that the ancestor of human beings was never any animal, and that this could mean to suggest the *polyphyletic origin of life* which is stated certainly for human beings, angels and some other creatures (not to be classified as animals or plants). It is mentioned in the miraculous Koran that certain human populations in different parts of the world, who strongly opposed the Prophets or Messengers of God (or Allah, in Arabic) in their life were severely punished, and transformed to the shape of monkeys or apes, and they died out eventually to extinction without leaving progeny, so that some (such) monkeys or apes had their origin but no progeny from human beings, and their fossils could theoretically be found, but human beings are said never to have evolved from ancestors common with apes or other animals. It is possible, that some of the so-called fossils intermediate in certain characters between man and monkeys (the peking man, the Java man and some others, thought to be missing-links' mentioned by Anthropologists, *vide* Thompson, 1971) are the skeletal remains of these mutilated and disgraced men, who suddenly changed to monkeys and became extinct. In these cases, the direction in which the transformation series is to be read by a Muslim is, therefore, different from others. The observations remaining

2. FROM EOS, MADRID, SPAIN (IN PRESS):

"Species, Criteria, Concepts, Precepts and Categories.

I am not aware of any modern biologist or scientist who talks about "God", "Creation", "Prophet", "Universal or Eternal Law" and the like, and yet knows the meaning of faith, obedience, prophethood, prayer, worship, rights and obligation as understood by Muslims, according to Koran (or Qur'an), and I suggest learning these by reading the English or German versions of Maudoodi's (1970 & 1971) classical books. This is because, these words used by atheists and others of my time do not always have the same meaning, concept or difinition. Thus, if Crowson (1970 : 37) knew the concept of God in Islam, he would probably have summed up the species in words different from these,"...the species, though not quite as God-given and objective a category as some have imagined it to be, does have some objective basis"..., and would have accepted the fallibility of his (man-made) *rule* "that the concepts and categories employed in natural history are never susceptible to precise, rigorous or final definition" and the falsity, vagueness and inconsistency of his general attitude towards others that "any scientist who is not content to operate with more or less vague and inexact basic principles and ideas is temperamentally unsuited to the study of natural history". On the other hand, author of the *phylogenetic systematics,* Henning (1966 : 206) writes, what make sense and is quite acceptable to me that "Corresponding to the endless complexity of the objects and processes that occur between these two poles—i.e., corresponding to the distinct individuality, and thus to the historical character of the phylogenetic process—the conformities to law that can be recognized in phylogenetics should be called rules rather than laws. We have shown, however, that there is no *contradictory contrast* between the two concepts, and there is no reason for the other natural

translating each possible relationship as indicated by a character, structural or otherwise, into hypothesis about ancestry and phylogeny. This has been illustrated in the Coleoptera section Heteromera with respect to 33 families and 111 characters (both adult and larval).

Zusammenfassung

Unter dem Gesichtspunkt des Autors besteht kein Gegensatz zwischen Naturgeschichte and Naturphilosophie, ebensowenig wie zwischen Wissenschaft und Religion. Es ware ein grober Fehler, die Einzigartigkeit des Menschen und des gottgegebenen Menschensinnes mit seiner Fahigkeit zum abstracten Denken zu unterschatzen. Ein betrachtliches Ausma (Bita) von Selbsterorterung, Prufung, Verbesserung und nochmaliger Purfung (reziproker Einleuchtung) geth der Aufstellung einer wissenschaftlichen Unterstellung voraus und dies ist etwas ganz und gar anderes als das wilde Ratselraten, das davon kommt, wenn man eine jede durch ein strukturelles oder anderes Merkmal als moglich angedeutete Verbindung in eine Unterstellung uber Ahnenlehre oder Phylogenie verwandelt. Dies hat sich in bezug auf 111 Merkma'e der Imago sowohl wie der Larve bei 33 Familien der Abteilung Heteromera der Coleoptera veranschaulichen lassen."

makes sense and in what is not definitely against science (Vide-MAUDOODI, 1970 or 1971 ; DUNLOP, 1972; KHAN, 1972; PICKTHALL, 1973; RAFI-UD-DIN, 1972; SIDDIQI, 1972; THANWI, 1973; ABDULLAH, 1974, etc). "In every field of inquiry—may it be that of physics, chemistry, astronomy, geology, biology, economics, politics, sociology, or humanities you will find that the deeper you probe, the clearer becomes the indication of the truth of *La ilaha illallah* (or the religion), in every field of knowledge and inquiry. It is this concept which opens up the doors of inquiry and investigation and illumines the pathway of knowledge with the light of reality. And if you deny or disregard this reality, you will find that every step you meet disillusionment, for the denial of this primary truth robs everything in the universe of its real meaning and true significance. The universe becomes meaningless and the vistas of progress get blurred and confused" (MAUDOODI, 1970: 97-98).

Acknowledgement

I wish to record my thanks to my Shaikh Dr. Maulana M. Abdul Hai Sahib, 5 E 8 Nazimabad, Karachi 18, Pakistan for his kind interest, Mr. S. A. RAO Chairman, International Islami-Tablighi Mission, 3 New Street, Slaithwaite, Huddersfield, England for the Islamic literature, and my wife, Mrs. ABIDA ABDULLAH, M. Sc. for her assistance and encouragement.

Summary

There is no contradictory contrast between Natural History and Natural Philosophy or between Science and Religion as understood by the author. It would be a serious mistake to underestimate the uniqueness of the human species and the God-given human mind and its power of abstract reasoning. A considerable lot of self-debates checking, correcting and re-checking (received the same thing as a wild guess-work of

punished from God and were changed to the shapes of apes and monkeys (Arabic verse: "Wa qulna lahum koonu qiradatan khaaseiin") and they shortly died without leaving any progeny. It is possible to find them as fossils and that this could be the nature and origin of the skeletal remains mentioned above and known to palaeontologists now. Islam classifies man as a representative, vice-gerent or deputy of God on earth. Other living things that are neither plants nor animals, are "unseen living things" such as angels, devils or satans (in Arabic : Jinn including Iblis) sensu Koran. God (in Arabic, Allah) Himself is "Living" and the source of all life but not a member of His Creatures,, Plants, animals or others seen or unseen by us. He is the Unseparable One Who is everywhere and not bound to a certain place, Who resembles nobody, and none is like him, the Creator of all, Whom no power can kill or destory. Islam (the religion of all the true prophets such as Adam—the first prophet, Noah, Abraham, Moses, Jesus and Mohammed—the last prophet or messenger) teaches "Unity of God" and Muslims expect and beg help, consolation and forgiveness of sins directly from God without the aid of a mediator. Islam teaches a God, Who is above all tribal deities and national gods and is the "Lord of the Worlds". Islam rejects incarnation. The communion with God is not attained by God assuming a human or animal shape but by man (His vice-gerent on earth) rising towards the Living God by spiritual progress and the purification of his life from all bad desires and low motives. The distinctive characteristics of Islam as a world religion are its simplicity, its explicitness and its highly realistic attitude towards human problems, leaning neither towards excessive optimism nor excessive pessimism and enjoining moderation and balance of mind in all things. Islam rejects the doctrine of "original sin", and maintains that all men and women are born completely innocent and it is only by their actions and deeds that they acquire good or evil. There is no clergy or priesthood, and Islam believes in the equality and brotherhood of mankind. To be a Muslim (or Moslem) no ceremonies are required. All that you have to do is to believe in what

DARWIN AND EVOLUTION FROM THE POINT OF VIEW OF A MUSLIM SCIENTIST

Quotations from Prof. M. Abdullah's Scientific Publication

1. From Zoologische Beitraege, Berlin, Germany, 22(2) : 169–177, 1976 :

"In the words of the author of *Phylogenetic Systematics*, "phylogenetic systematics and investigations of the 'course and conformities of law of transspecific evolution' are inseparably connected by the principle of reciprocal illumination" (HENNIG, 1966: 206). A considerable lot of self-debate, resulting in enormous checking, correcting and re-checking (vide ABDULLAH, 1973 a) takes place in the mind or brain of the unique species of human beings (quite unlike anything known or approachable by animals or machines) before the making of a phylogenetic hypothesis in science. It would be a serious mistake to underestimate the God-given human mind, and its power of abstract reasoning and other faculties of God's vicegerent or representative (in Arabic, Khalifat-al-Allah) on earth.

The human species, in my view, is not a member of the Animal Kingdom, its ancestor, the first man and woman (Adam and Eve as narrated in Koran) have had their origin not on this earth but in paradise sensu Islam (where there could not have been common ancestors with apes or Mammals that originated on earth), and our anatomical and certain other similarities with animals is not due to common ancestry phylogeny. I have interpreted the so-called "fossil connecting or missing links" of anthropologists differently: it is mentioned in a book with absolute purity of text, with a claim that the like of it can never be written again not even a verse like it, the miraculous Koran (or Qur'an in Arabic) revealed to the Prophet Mohammed of Arabia (a descendant of Abraham through his elder son Ischmael) and a man who could not himself read or write: that certain un-believers in the past (before Mohammed) and in the time of earlier Prophets were